Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE
نجات
انزلہ خان

نجاح

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

از قلم انزلہ خان

All Rights Reserved

Copyright: Unzeela Khan (Author)

Published by: Safar-e-Adab

Published On: safareadab.com

To get published with us, contact us via email or website:

safareadab.com

khanumaira@safareadab.com

adab@safareadab.com

Note: We don't charge anything to publish online. If anyone charges any kind of fee in order to publish your write-ups in the name of Safar-e-Adab, please don't try to go ahead with them and immediately report them using the contact us button on our website. Thank you

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

ضروری بات

نجاح کے تمام جملہ حقوق لکھاری "انزلہ خان" کے نام محفوظ ہیں۔ کہانی کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں کسی دوسرے پلیٹفارم یا سوشل میڈیا پر پوسٹ کرنے سے پہلے لکھاری کی اجازت درکار ہو گی۔ بغیر اجازت کہانی کا استعمال کرنے والوں پر سخت کاروائی کی جا سکتی ہے۔

اس کہانی اور اس میں موجود کردار محض تصوراتی ہیں۔ کسی بھی حقیقی کہانی یا انسان سے ان کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ کسی بھی طرح کی مشابہت کو اتفاق سمجھا جائے۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

قسط نمبر:01

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

بابِ اوّل

قاتل

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہ اندھیرے راستے پر

کھڑا ہے پرچھائی کی طرح

کہ جس کا نام و نشان تک

نہیں ہے شناسائی کی طرح

گرفت میں لے رکھا ہے

اس نے ہر بے گناہ کو

اور ختم کیے دیتا ہے بے زباں کی طرح

مہلت بھی نہ دے لمحے بھر کی بھی

ایسا وار ہے اس کا

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

مٹا دیا ہے ہر بے گناہ کی

ہستی کو وہ ایسا کام ہے اس کا

چھپا رکھا ہے چہرا اس نے

نا دیکھ پایا ہے کبھی کوئی اس کو

کیا چلتا رہے گا اس کا یہ

بے گناہوں کو مارنے کا ناپاک کام

یا پکڑ میں آجائے گا

وہ قاتل ناکام!

شہر کراچی جسے روشنیوں کا شہر بھی کہا جاتا ہے، رات کے اس پہر بھی روشنیوں کے زد میں گرا ہوا تھا۔

شہر کے بیچ و بیچ بنے ایک علاقے میں لوگوں کی رہائش نہ ہونے کے برابر تھی۔ یہ منظر ایک اندھیرے کمرے کا تھا۔ کمرے میں اندھیرے کے ساتھ ساتھ گہری خاموشی بھی چھائی ہوئی تھی۔ اندھیرا ہونے کی وجہ سے کمرے کا ہر منظر دھندلا سا تھا۔

بڑے سے بیڈ پر کوئی خاموشی سے چت لیٹا تھا۔ پھر یکدم ہی کچھ پل بعد کمرے میں لیمپ کی روشنی سی ابھری پھر اگلے ہی پل بجھ سی گئی۔ یہ عمل اب وقفے وقفے سے ہر تھوڑی دیر بعد جاری تھا۔ بیڈ پر لیٹے شخص کی آنکھیں ایک پل کو دکھتی تو اگلے ہی پل گہرے اندھیرے میں گم ہو جاتیں۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

لیکن مسلسل جل بجھ ہونے والی لیمپ کی روشنی بیڈ پر لیٹے شخص کی آنکھوں میں ابھرتا تاثر چھپانے میں ناکام ٹھہری تھی۔

ٹھیک اسی پل لیمپ کی روشنی اندھیرے کمرے میں پھر سے ابھری تھی۔ بیڈ پر لیٹے شخص کی آنکھوں میں اس وقت کیا کچھ نا تھا۔ اس کی آنکھوں کی پتلیوں کے آس پاس سرخی سی پھیلی تھی۔

جوتوں میں موجود پیر مسلسل حرکت میں تھے۔

"اب وقت آگیا ہے کہ اپنے کھیل کو پھر سے شروع کیا جائے!

جو جہاں چھوڑا تھا وہی سے شروع کیا جائے۔۔۔

موت کا کھیل! پھر سے شروع ہو گا!"

کچھ پل بعد کمرے کی خاموش فضا میں بیڈ پر لیٹے شخص کی آواز نے ارتعاش پیدا کیا تھا۔

اس کی آواز میں کچھ تھا!

کچھ بہت ہی عجیب سا!

اسکی آواز بالکل بے تاثر تھی ہر احساس سے عاری۔

یکدم ہی کمرے کی فضا میں اس کا قہقہہ گونجا تھا۔ اب وہ مسلسل قہقہہ لگاتے ہوئے ہنسے جا رہا تھا۔

سیاہی میں لپٹی دیواروں نے خوف زدہ ہو کر بیڈ پر لیٹے اس بے رحم شخص کو دیکھا تھا۔ کمرے کی فضا میں ایک لمحے میں ہی آکسیجن کی کمی محسوس ہونے لگی تھی۔ لیکن بیڈ پر چت لیٹا شخص بس دیوانہ وار قہقہہ لگانے میں مگن تھا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

سورج طلوع ہوئے ابھی کچھ ہی وقت گزرا تھا۔ آسمان پر چھایا سیاہ رنگ اب آہستہ آہستہ ہلکے نیلے رنگ میں ڈھلتا جا رہا تھا۔ ہلکی ہلکی ٹھنڈی ہوائیں ارد گرد رقص کرتی معلوم ہو رہی تھیں۔ رہائشی علاقے میں بنی بڑی بڑی عمارتیں بھی اس وقت خاموشی سے درختوں کی سرسراہٹ کو سن رہی تھیں جو سننے میں بھلی معلوم ہوتی تھیں۔ عمارتوں میں بنے لاتعداد اپارٹمنٹس میں لوگ اس وقت خوابِ خرگوش کے مزے لے رہے تھے۔ عمارتوں میں دکھنے والی بالکونیوں میں

سے ایک بالکونی کچھ منفرد اور الگ منظر پیش کر رہی تھی۔ اس بالکونی میں طرح طرح کے پھولوں کے گھملے رکھے گئے تھے۔ ہر قسم کا پھول اس بالکونی میں موجود تھا۔ ساتھ ہی دائیں طرف ایک چھوٹا سا جھولا رکھا گیا تھا۔ وہ بالکونی اس گھر کے مالک کی پھولوں سے محبت کا منہ بولتا ثبوت تھی۔

بالکونی سے اندر کمرے میں ایک نظر ڈالیں تو کمرے میں گہری خاموشی تھی۔ کمرہ اس وقت نیم اندھیرے میں ڈوبہ ہوا تھا اسی وجہ سے ارد گرد کا منظر دھندلا سا تھا۔

ٹھیک اسی پل کمرے کی خاموشی میں خلل سا پیدا ہوا۔ ایک مخصوص آواز بائیں طرف سے ابھری تھی۔ ایک پل کو کمرے میں روشنی پھیل کر معدوم ہوئی تھی۔ اس نیم اندھیرے میں اس وجود کے نقوش ابھی واضح نہیں ہوئے تھے۔

اب وہ وجود دوسری سمت بڑھا تھا۔ اور اگلے ہی پل ہاتھ بڑھا کر کمرے میں پھیلے اندھیرے کو روشنی میں بدل ڈالا تھا۔ اس وجود کے نقوش اب واضح ہوئے تھے۔

اندھیرا یکدم روشنی میں تبدیل ہونے کی وجہ سے اس نے اپنی شہد رنگ آنکھیں ایک پل کو بند کر کے کھولی تھیں۔

کھڑی ناک کو ہلکا سا رگڑتے ہوئے اس نے اپنی آنے والی چھینک کو روکنے کی بھرپور کوشش کی تھی۔

کھڑی ناک ساتھ اٹھی ہوئی تھوڑی اور بڑی بڑی شہد رنگ آنکھیں! دیکھنے والوں کو وہ اپنے نقوش کی وجہ سے مغرور سی لگتی تھی جبکہ ایسا صرف دیکھنے سے لگتا تھا جبکہ حقیقت بالکل اس سے برعکس تھی۔

اب وہ ہاتھ بڑھا کر جلدی جلدی اپنے بیڈ کی چادر درست کر رہی تھی۔

کمرہ خاصہ بڑا تھا۔ بائیں طرف بڑا سا بیڈ رکھا گیا تھا۔ اس کے پاس ہی بک ریک بنی تھی جس پر بہت سی کتابیں سلیقے سے جمی تھیں۔ ٹھیک سامنے بڑی سی الماری تھی اور اس سے تھوڑی دور ہی دیوار پر ایل ای ڈی نصب تھی۔

دائیں جانب واش روم تھا جہاں سے وہ ابھی تھوڑی دیر پہلے باہر نکلی تھی اس سے تھوڑی دور ڈریسنگ ٹیبل رکھی گئی تھی جس کے سامنے ابھی وہ کھڑی تھی پاس ہی دوسری طرف ٹیرس کا دروازہ تھا جس پر سفید جالی دار پردے ڈلے ہوئے تھے۔پاس ہی ایزی چیئر کے ساتھ ایک چھوٹی سی ٹیبل رکھی تھی جس پر چند کتابیں رکھی تھی۔

آئینے کے سامنے کھڑی وہ اپنے شہد رنگ ریشمی بالوں میں کنگھا پھیرتی دکھائی دے رہی تھی پھر ایک نظر اپنے شہد رنگ ریشمی بالوں پر ڈال کر اس نے ڈریسنگ پر رکھی گھڑی اٹھا کر جلدی سے کلائی میں پہنی پھر چھوٹی سی سرمئی بالیاں اٹھا کر کان میں پہنی۔

اب اس کا رخ کمرے سے باہر کی جانب تھا۔کمرے سے نکلتے ہی بڑا سا لاؤنج واضح ہوا۔وہ تیز تیز قدموں سے چلتی ہوئی اپارٹمنٹ کے دروازے تک آئی پھر دروازہ کھول کر جھک کر زمین پر سے اخبار اٹھایا اور دروازہ پھر بند کر ڈالا۔

اب اس کے قدموں کا رخ کچن کی طرف تھا۔متوازن چال چلتی ہوئی وہ کچن میں داخل ہوئی۔پورا اپارٹمنٹ اس وقت خاموشی میں گرا تھا۔کافی میکر میں جلدی سے پانی رکھتی ہوئی اب وہ بڑے سے کچن کی سلپ پر اخبار رکھتی ہوئی تھوڑی سی جھکی تھی جس سے اس کے ریشمی شہد رنگ بال آگے کو ڈھلکے تھے۔کچھ پل بعد وہ ابلے ہوئے پانی کو کپ میں انڈیلنے لگی۔کافی کا ایک چمچ ابلے ہوئے پانی میں ڈال کر اسے کچھ پل کو ہلایا پھر کپ ہاتھ میں پکڑتے ہوئے،اخبار کو دوسرے ہاتھ میں لیتے ہوئے وہ کمرے میں واپس چلی آئی۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

اخبار کو بیڈ پر رکھتی ہوئے ہاتھ میں پکڑے بھاپ اڑاتے کپ سے کافی کا گھونٹ بھر کر اسے چھوٹی سی ٹیبل پر رکھتے ہوئے ایزی چیئر پر سلیقے سے رکھا سفید ڈاکٹری کوٹ اٹھا کر پہنا۔

سٹیتھوسکوپ اٹھا کر گلے میں ڈالا پھر ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑے ہو کر شہد رنگ آنکھوں سے خود کا جائزہ لینے لگی۔

بلیک کاٹن کی گھٹنوں تک آتی کمیز کے ساتھ بلیک ہی کاٹن کا پاجامہ پہنے سیاہ ڈوپٹے کو گلے میں مفلر کی طرح لپیٹے سفید ڈاکٹری کاٹ پہنے وہ مکمل تیار تھی۔

کمرے سے نکلتے ہی دروازے کو آہستگی سے بند کرتی ہوئی اب اس کا رخ برابر بنے کمرے کی جانب تھا۔ دروازے کو بالکل آہستگی سے کھولتی وہ اندر داخل ہوئی۔

کمرے میں نیم اندھیرا تھا۔ سنبھل کر قدم رکھتی وہ بیڈ تک پہنچی جس پر تقریباً ساٹھ سالہ خاتون لیٹی تھیں جو غالباً اس کی ماں تھی!

اس کی کل کائنات!

اس نے جھک کر محبت سے اپنی ماں کے جھڑیوں زدہ ہاتھ کو اٹھا کر پہلے آنکھوں سے پھر لبوں سے لگایا پھر شفقت سے ان کے ماتھے پر بوسہ دیا۔

وہ وقت سے پہلے ہی کتنی بوڑھی لگنے لگی تھیں۔ یہ عمر تو نہیں تھی ان کی بوڑھا ہونے کی۔ اس نے اپنی ماں کی عمر کی عورتوں کو فٹ فاٹ بھاگتے دوڑتے دیکھا تھا۔

پھر اس کی ماں وقت سے پہلے اتنی کمزور کیوں ہو گئی تھیں؟

شاید یہ سب وقت کا کھیل تھا! کچھ ایسے حادثات ان کی زندگی میں ہوئے تھے جنھوں نے انہیں سنبھلنے تک کا موقع نہ دیا تھا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

اپنے خیالات کو جھٹکتی وہ کمرے سے باہر نکلی۔ پھر متوازن چال چلتی اپارٹمنٹ سے باہر نکلتی چلی گئی۔

پیچھے اپارٹمنٹ ایک بار پھر خاموشی میں ڈوبتا چلا گیا۔

وہ دونوں ہاتھوں کو ریلنگ پر جمائے کچھ نیچے کی طرف جھکے نظروں کے سامنے نظر آتی بہتی آبشار کو دیکھ رہا تھا۔ صبح صبح اس ٹھنڈے موسم اور خاموشی میں اسے پانی کے بہنے کی آوازیں باخوبی سنائی دے رہیں تھی جو اس وقت سکون بن کر قطرہ قطرہ اس کے جسم میں پگھل رہی تھی۔

سورج کو طلوع ہوئے کافی وقت بیت چکا تھا مگر بادلوں کی گہری چھاؤں کے بدولت سورج کا نام و نشان تک نہ تھا!

آس پاس ہر جگہ ہریالی ہی ہریالی تھی۔ ارد گرد ہر طرف ٹھنڈی ٹھنڈی ہواؤں کا بسیرا تھا۔

بادلوں کی گہری چھاؤں! پل پل لہراتے ہرے بھرے درخت!

آسمان پر اڑتے پرندے اور ان کی آوازیں! اور آس پاس رقص کرتی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں اور قریب سے نظر آتے بڑے بڑے پہاڑ اس منظر کو سکون بخش رہی تھیں!

کچھ سوچ کر وہ سیدھا ہوا پھر راہداری سے گزرتے ہوئے قطار میں بنے کمروں میں سے ایک میں غائب ہو گیا کچھ وقت بعد جب وہ باہر نکلا تو دو چیزوں کا اضافہ ہو چکا تھا۔

ایک کیمرہ جو کے اسنے اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑ رکھا تھا اور دوسرا مفلر جو کے اب وہ گردن کے گرد لپیٹ چکا تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

بلیک جینز کے ساتھ سفید شرٹ پہنے ساتھ ہی بلیک ہی جینز کی جیکٹ پہنے، پیر سفید جو گرز میں مقید کیے اب وہ نیچے جانے کے لیے لفٹ کے انتظار میں کھڑا تھا۔

لفٹ کے آتے ہی وہ لفٹ میں داخل ہوا۔ لفٹ کے چاروں اطراف شیشے لگائے گئے تھے جس سے وہ اپنے عکس کو با خوبی دیکھ سکتا تھا۔

لبوں پر سیٹی کی دھن تھی اور ایک ہاتھ تیزی سے بھورے بالوں کی سہی کر رہا تھا۔ کتھئی نشیلی آنکھوں سے اب وہ اپنا جائزہ لے رہا تھا۔ ہلکی ہلکی شیو سے اس کی شارپ جالائن واضح نظر آتی تھی۔ صاف رنگت پر گلابی گلال جو کہ سردی کی شدت سے ہوئے تھے وہ ہینڈسم تھا اور اسے شاید اس بات کا زیادہ نا سہی لیکن تھوڑا غرور ضرور تھا۔

اپنا بھرپور جائزہ لینے کے بعد وہ لفٹ سے نکلا۔

اور کچھ ہی دیر بعد وہ اس آبشار کے قریب کھڑا تھا۔پانی کے بھاؤ میں بہت شدت تھی اتنی کہ کسی کو بھی با آسانی اپنے ساتھ لے گزرے۔

وہ منظر جتنا اوپر سے خوبصورت نظر آرہا تھا اس سے بھی زیادہ اسے نیچے کھڑے ہو کر لگ رہا تھا جگہ جگہ بڑے بڑے پتھر رکھے تھے جن پر سیاہ بیٹھ کر آسانی سے تصاویر کھنچوا سکتے تھے۔

پانی اس قدر صاف شفاف اور ٹھنڈا تھا کہ روح کو راحت بخش رہا تھا۔

اس نے اپنے کیمرے کو اپنی آنکھوں کے سامنے کیا اور اب پوری توجہ سے وہ ایک آنکھ بند کیے دوسری آنکھ کھولے لبوں کو سختی سے بھینچے کیمرے کو چہرے کے بالکل پاس کر چکا تھا۔شاید وہ اس حسین منظر کو اپنے کیمرے میں قید کرنا چاہتا تھا!

شاید نہیں یقیناً وہ ایسا ہی کر رہا تھا۔

کچھ پل بعد پانی کے بھاؤ کی آواز کے ساتھ ایک مخصوص آواز کیمرے میں سے ابھری تھی۔اسی پل اس نے کیمرے کو دور کر کے اپنے چہرے کے ٹھیک سامنے کیا تھا۔

سختی سے بھینچے لب اب کے مسکراہٹ میں ڈھلے تھے۔

شاید سامنے کا منظر اس کی سوچ سے بھی زیادہ اچھا کیمرے میں قید ہو چکا تھا۔

پھر اگلے ہی پل اس نے کیمرے کو پھر سے اپنے چہرے کے قریب تر کیا۔اب کے اس کا ٹارگٹ شاید فضا میں لہراتے پرندے تھے۔

وہ پوری سنجیدگی سے اپنے ٹارگٹ پر نظر رکھے ہوئے تھا ٹھیک اسی پل خاموش فضا میں خلل پیدا ہوا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

خلل پیدا کرنے والی آواز اس کے فون کی تھی لیکن وہ ڈھیٹ بنا فون کی آواز کو مکمل نظر انداز کیے لہراتے پرندوں کی تصاویر لینے میں مگن تھا۔

فون بج بج کر خاموش ہو چکا تھا۔ فضا میں پھر سے پانی کے بھاؤ کی آوازیں زور و شور سے آنے لگی تھی۔

کچھ پل بعد پھر سے فون زور و شور سے بجنے لگا تھا۔ شاید فون کرنے والا اس سے زیادہ ڈھیٹ تھا!

لیکن وہ پھر سے سنی کو ان سنی کر گیا۔ اور یہ عمل چلتا رہا۔

اب کے اس کا ٹارگٹ ایک خوبصورت سا پرندہ تھا جس کے پر ہلکے نیلے رنگ کے تھے اور خود باقی وہ سفید رنگ کا تھا۔ دور سے دیکھنے میں وہ کافی خوبصورت معلوم ہو رہا تھا۔

لیکن مسلسل فون بجنے کے بدولت اس کا دھیان بھٹکا اور بس ایک لمحے کا کھیل تھا اور پرندہ کہی دور فضا میں غائب ہو گیا ۔

اب کے اسنے جھنجھلا کر کیمرے کو چہرے سے دور کیا تھا۔ فون جیب سے نکال کر چہرے کے سامنے کیا۔ وہ جانتا تھا کہ ایسا کون ہے جو اسے یوں جب چاہے منہ اٹھا کر فون کر سکتا ہے۔ اسکرین پر موجود نام دیکھ کر تو اسے سو فیصد یقین ہو گیا تھا کہ فون کرنے والی بلا کون ہے۔

"کیا مصیبت آن پڑی ہے یار صبح صبح جو یوں ڈھیٹوں کی طرح فون کئے جا رہے ہو! جب دکھ رہا ہے کہ سامنے والا فون نہیں اٹھا رہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے نا کہ سامنے والا مصروف ہے!" وہ سخت جھنجھلاہٹ کا شکار ہوا تھا۔ لیکن سامنے والے کے سکون میں رتی برابر فرق نہیں پڑا تھا۔

"او مصروف اور وہ بھی عرشمان میر اللہ خیر ہی کرے۔" دوسری طرف سے اس کی پر سکون سی آواز ابھری تھی وہ جانتا تھا کہ اپنے جگری یار کو کیسے زچ کرنا ہے۔

دوسری جانب عرشمان نے سختی سے دانت بھینچے تھے۔

"دیکھو اورہان صبح صبح میرا دماغ مت کھاؤ۔ ویسے بھی میں تمھاری طرح فارغ نہیں ہوں!" اسے ابھی تک اپنے اس خوبصورت ٹارگٹ کے مس ہو جانے کا غم تھا۔

"یہ تو تم اور میں اچھی طرح جانتے ہیں کہ کون مصروف ہے اور کون فارغ" دوسری طرف اورہان صاحب بیڈ پر چت لیٹے اپنے دوست کو تنگ کرنے میں مصروف تھے۔

"پلیز اب دوبارہ شروع مت ہو جانا! کچھ بھی ہے میں یہ سب اپنی خوشی سے کرتا ہوں تمھاری طرح تو نہیں ہوں نا دو نمبر ہیکر ہو نہہ۔" اور عرشمان میر کیسے بھول سکتا تھا کہ اپنے دوست کو کیسے زچ کرنا ہے۔ مطمئین سے انداز میں کہتے ہوئے عرشمان نے ارد گرد نظریں گھمائی تھیں۔

اب اس کے علاوہ بھی وہاں چند سیاحوں کی آمد ہو چکی تھی۔

دوسری طرف چت لیٹا اورہان تلملا کر اٹھ بیٹھا تھا۔

"دیکھو عرشمان تم نے اگر میرے پیشن کے بارے میں کچھ بھی بولا نا تو۔۔"

"تو تو کیا تم میرے شوق کے بارے میں بھلے کچھ بھی بولو میں بس چپ رہوں کیوں بھئی مجھے پیسے دیتے ہو کیا چپ رہنے کے ؟" دوسری طرف عرشمان میر بھی حتے سے اکھڑ ہی گیا تھا۔ بیڈ پر بیٹھے اورہان نے ایک ٹھنڈی سانس ہوا میں تحلیل کی تھی۔

"کتنا بولتے ہو تم عرشمان میر !" وہ جیسے واقعی زچ ہو چکا تھا۔

"اثر تم پر پھر بھی ذرہ برابر نہیں ہوتا!" وہ بھی عرشمان تھا ادھار رکھنا سیکھا ہی کہا تھا جناب نے۔

"نہیں بولتا اب میں بھی کچھ، کتنی بھی کوشش کر لو" نروٹھے پن سے کہتے ہوئے وہ عرشمان کو بالکل روٹھی ہوئی محبوبہ لگا تھا۔ موبائل کو دوسرے ہاتھ میں منتقل کرتے ہوئے اب وہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے کیمرے سے کھینچی گئی کچھ دیر پہلے والی تصاویر دیکھ رہا تھا۔

"بہت شکریہ پلیز اب چپ رہنا تاکہ میرا دماغ اور وقت دونوں ضائع ہونے سے بچ جائیں!" مسکرا کر کہتے ہوئے اسنے اپنے ماتھے پر بکھرے بھورے بالوں کو ہاتھ کی انگلیوں سے پیچھے کی جانب دھکیلا۔ اور چلتا ہوا ایک بڑے سے پتھر پر بیٹھ گیا۔

آس پاس سیاحوں کا رش ہونا شروع ہو چکا تھا بہت سے سیاح الگ الگ جگہ کھڑے مختلف انداز میں اپنی تصاویر کھنچوا رہے تھے تو کچھ اطمینان سے کھڑے اس حسین منظر کو اپنے اندر اتار رہے تھے۔

دوسری طرف کی طویل خاموشی پر عرشمان نے اپنی امڈنے والی مسکراہٹ کو کان کی لو کو رگڑتے ہوئے روکنے کی بھرپور کوشش کی۔

وہ جانتا تھا یہ خاموشی کا وقفہ بس کسی بھی وقت ختم ہو جائے گا اور اورہان صاحب اپنی کہی بات بھول جائیں گیں۔

"ویسے کہا ہو تم اس وقت ؟ اور کیا کر رہے ہو ؟" انداز بالکل سرسری سا تھا جیسے وہ اپنی ہی کچھ دیر پہلے کہی بات کو یکسر فراموش کر بیٹھا تھا۔ عرشمان کے لب مسکراہٹ میں ڈھلے تھے۔

"ناران آیا ہوں دوستوں کے ساتھ اور کچھ دیر پہلے میں اپنی نظروں کے سامنے نظر آنے والے حسین مناظر کو اپنے کیمرے میں قید کر رہا تھا!" وہ بھی اسے اور زیادہ تنگ کرنے کا ارادہ ترک کرتے ہوئے عام انداز میں بولا۔

"اور تمھیں آتا بھی کیا ہے!" دوسری طرف اسے اورہان کی بڑبڑاہٹ صاف سنائی دی۔

"کچھ بولا تم نے ؟" آبرو آچکا کر اس نے اورہان سے تصدیق چاہی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"کتنی غلط بات ہے نا تم دوستوں میں اپنے جگری یار کو بھول گئے!" اس کا اپنا ایک الگ دکھ تھا۔ بات کو وہ بڑی مہارت سے بدل چکا تھا۔

"بس بس زیادہ ڈرامے نا کرو جیسے میں تو جانتا ہی نہیں نا کہ تمھیں جگہ جگہ جانے کا شوق نہیں تم تو بس اپنے ایک اندھیرے کمرے میں بند رہ کر سب کے اکاؤنٹس ہیک کرنا جانتے ہو!" اور اگر کوئی اورہان سے پوچھتا کہ عرشمان میر کس چیز میں ماہر ہے تو سب سے پہلا اسکا جواب آنا تھا طنز کرنے میں!

"اچھا چھوڑو واپس کب آ رہے ہو؟"

"کل پرسوں تک آ جاؤں گا اور اب میں فون رکھنے لگا ہوں ہمیں آگے سفر کرنے کے لیے نکلنا ہے!" دور سے آتے اپنے ساتھیوں کو دیکھ کر عرشمان کھڑا ہوا پھر فون جیسے ہی کان سے ہٹانے لگا تھا کہ ایک بار پھر اورہان کی آواز گونجی۔

"ہاں ہاں جاؤ سستے فوٹو گرافر صاحب!" اس کی بات پر ناچاہتے ہوئے بھی عرشمان ہنس پڑا تھا۔ کتھئی نشیلی آنکھیں چمک اٹھی تھیں۔

کال کاٹ کر اب اس کا رخ اپنے دوستوں کی طرح تھا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہ متوازن چال چلتی ہوئی سفید چمچماتے ٹائلوں سے بنے فرش پر قدم بڑھا رہی تھی۔ اسپتال کی راہداری سے گزرتے ہوئے اس نے بائیں جانب اپنے قدم بڑھائے جہاں قطار میں ڈاکٹرز کے کمرے بنائے گئے تھے۔ صبح کے اس وقت اسپتال میں معمول سی چہل قدمی دیکھائی دے رہی تھی۔ وہ ان کمروں کو پار کرتی ایک دروازے پر ٹھہری۔ ایک نظر کمرے کے دروازے کو دیکھا جہاں 'ڈاکٹر مئیصہ سکندر علی' لکھا تھا۔

دروازے کے ناب کو آہستگی سے گھماتی وہ اندر داخل ہوئی پھر چلتی ہوئی کمرے کے وسط میں رکھی ٹیبل تک آئی۔

کمرہ نا تو چھوٹا تھا اور نا بہت بڑا۔ درمیانے سائز کا وہ کمرہ بڑی نفاست سے بنایا گیا تھا۔ ٹیبل پر جا بجا فائلز رکھی تھی۔ ایک طرف دیوار پر اسکی پوری ٹیم کی بڑی سی تصویر لگائی گئی تھی تو دوسری طرف بہت سے اس کے سرٹیفکیٹ فریم کی شکل میں دیوار پر نصب تھے۔ سفید چمچماتے ٹائلز پر کمرے کے بالکل وسط میں چھت کی دیوار پر لگا ایک درمیانے سائز کا خوبصورت سا فانوس کمرے کی خوبصورتی کو اور بڑھا رہا تھا۔

اپنے بیگ کو وہ ٹیبل پر ایک طرف لیپ ٹاپ کے برابر میں رکھتے ہوئے ابھی کرسی کھینچ کر بیٹھنے ہی لگی تھی کہ اسی پل دروازے پر دستک ہوئی۔

وہ جو بیٹھنے کا ارادہ رکھتی تھی۔ ترک کرتی فائل اٹھا کر دیکھنے لگی ساتھ ہی باہر کھڑے انسان کو اندر آنے کی اجازت بھی دے چکی تھی۔

"کیا میں اندر آسکتی ہوں؟" کسی جانی پہچانی آواز پر مئیصہ نے سر اٹھا کر دروازے کے سمت دیکھا۔ سامنے ڈاکٹر صبور کو کھڑا دیکھ اس کے لب مسکرا اٹھے۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ارے آئیں نا صبور!" مئیصہ نے خوش دلی سے صبور کو اندر آنے کی اجازت دی۔ صبور مسکراتی ہوئی کیبن کا دروازہ بند کرتی ہوئی اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

"تو کیسی ہیں ڈاکٹر صاحبہ!" اپنے پرس اور ہاتھ میں پکڑی فائل کو صبور ٹیبل پر رکھتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔ اس کے سوال پر مئیصہ دھیما سا مسکرائی۔

"میں ٹھیک ہوں الحمدللہ! آپ بیٹھیں نا۔" مئیصہ نے ٹیبل کے ساتھ رکھی کرسیوں کی طرف اشارہ کیا۔

"دراصل مجھے نا تم سے کچھ دیر بعد ہونے والے آپریشن کے بارے میں بات کرنی تھی۔" صبور کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولی۔ اتنے میں مئیصہ بھی کرسی پر بیٹھ چکی تھی۔ صبور کی بات پر اس نے کچھ الجھ کر اسے دیکھا۔

"کچھ دیر بعد۔۔ میرا مطلب آپریشن تو دوپہر میں ہے نا!" مئیصہ نے کچھ نا سمجھی سے صبور کی طرف دیکھا۔ صبور سر ہلاتی ہوئی تھوڑی آگے کو جھکی۔

"ہاں دوپہر میں ہی تھا لیکن پیشنٹ کی حالت تھوڑی ناساز ہے جس کی وجہ سے ڈاکٹر بازل نے جلد آپریشن کا کہا ہے۔ ساری تیاریاں مکمل ہیں!" دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو آپس میں پھسائے صبور نے پروفیشنل انداز میں کہا۔

"اچھا!! تو پھر چلتے ہے کہیں دیر نا ہو جائیں!" مئیصہ یک دم ہی بے چین ہوئی اگلے ہی پل فائل کو ہاتھ میں پکڑتے ہوئے ابھی کھڑی ہوتی کہ صبور بول اٹھی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

-[]"ارے ارے لڑکی بیٹھ جاؤ یہاں ہم سب کو پتا ہے کہ تم اپنے کام کے معاملے میں کتنی پوزیسو ہو، بس مجھے کچھ باتیں ڈسکس کرنی ہیں پھر چلتے ہیں۔" اسکی جلد بازی پر صبور ہنس ہی پڑی تھی مئیصہ شرمندہ سی ہو کر واپس اپنی کرسی پر بیٹھ گئی۔

"وہ تو آپ بھی ہیں یہاں ہر کوئی جانتا ہے کہ آپ اس اسپتال کے قابل ڈاکٹرز میں سے ایک ہیں!" اپنی شرمندگی کو دور کرنے کے لیے اس نے لگے ہاتھوں صبور کو بھی کھینچا۔

"اچھا چھوڑو نا یہ سب باتیں اور کیا یہ آپ آپ لگا رکھی ہے بھئی میں تمھاری ہی ہم عمر ہوں۔"نروٹھے پن سے کہتے ہوئے اس نے مئیصہ کو چھیڑا۔

دونوں کا انداز بالکل دوستانہ تھا۔

"لیکن تجربہ تو مجھ سے زیادہ ہے نا!اس لیے آپ کو عزت دینا بجا ہے!" مئیصہ کے جواب سے وہ لاجواب ہوئے بنا نا رہ سکی تھی۔

"اچھا اب باتیں کم اور کام زیادہ!میری بات سنو اور یہ دیکھوں۔"اب صبور اسے فائل میں کچھ دیکھا رہی تھی۔دونوں بہت سنجیدگی سے اپنے کام میں لگ چکے تھی۔پہلے والے انداز کا اب ان دونوں میں شبہ تک نا تھا۔کام کے معاملے میں وہ دونوں ہی کافی سنجیدہ ہو جایا کرتی تھیں اسی وجہ سے ان کا نام اسپتال کے قابل ڈاکٹرز میں آتا تھا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

یہ منظر ڈیفنس کے علاقے کا تھا جہاں مشہور اور بڑے بڑے سیاستدان اور کاروباری لوگ رہائش پذیر تھے۔ایک سے بڑھ کر ایک محل نما قصر اس علاقے میں موجود تھے۔

انہی محل نما قصروں میں سے ایک خوبصورت قصر حیدر میر کا تھا!

حیدر میر جو دنیا کی نظر میں ایک مشہور اور باعزت آدمی تھے۔

لیکن در حقیقت انھیں پیسے کے سوا کچھ دکھتا ہی نا تھا۔

ان کے لیے ان کی پہلی ترجیح پیسہ تھی۔

قصرِ میر میں بنے بڑے اور خوبصورت لان میں اس وقت دو سے تین مالی کام کرتے نظر آرہے تھے تو وہیں دوسری طرف مین گیٹ پر دو گاڈز اصلحہ لیے قصرِ میر کی حفاظت میں کھڑے تھے۔ پورچ علاقے میں تین سے چار مہنگی ترین چمچماتی گاڑیاں کھڑی تھیں جسے اس وقت ملازم اور چمکانے میں لگے تھے۔ ایک لمبی پتھریلی روش سے گزرتے ہوئے ایک مہنگا ترین دروازہ تھا جو سیدھا گھر کے اندرونی حصے میں کھلتا تھا۔

دروازے کو پار کریں تو ایک بڑا سا ہال تھا جہاں مہنگے اور الگ الگ قسم کے صوفے رکھے دکھائی دیتے تھے ہال کی چھت کے بیچ و بیچ ایک بہت بڑا اور خوبصورت سا فانوس لگا تھا جو اس گھر کی خوبصورتی کا منہ بولتا ثبوت تھا۔

ایک طرف گلاس وال تھی جس سے باہر لان کا منظر واضح تھا۔

اچانک ہی بائیں طرف سے آوازیں سی ابھری تھی۔

بڑے سے لاؤنج میں حیدر میر صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ رکھے مغرور سے انداز میں بیٹھے زلیخا میر کو غصے سے گھور رہے تھے۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

پاس ہی کانچ کی ٹیبل پر چائے کا بھاپ اڑاتا کپ رکھا تھا جو اس بات کا ثبوت تھا کہ چائے ابھی یہاں لا کر رکھی گئی ہے۔

"تمھیں کچھ ہوش بھی ہے کہ تمھارا بیٹا ہے کہاں؟ تین دن سے مجھے گھر میں دکھائی نہیں دیا ہے خدا جانے کہاں ہے کس کے ساتھ ہے کیا کر رہا ہے کیسی ماں ہو تم!" حیدر میر نے غصے سے کہتے ہوئے چائے کا کپ لبوں سے لگایا تھا۔

"جی میری بات ہوئی تھی کل آجائے گا وہ۔" زلیخا میر ہاتھوں کی انگلیوں کو آپس میں مڑوڑتے ہوئے دھیمے لہجے میں بولی۔

"ہونہہ بات ہو گئی تھی میری! ذرہ کچھ اپنے بچے پر دھیان دو بڑا ہو گیا ہے بالغ ہو گیا ہے آئے تو سمجھا دینا کہ اب میرا بزنس میں ہاتھ بٹائے! آگئی سمجھ۔" حیدر میر چائے کے کپ کو ٹیبل پر پھٹکنے کے انداز میں رکھتے ہوئے زلیخا کو سخت نظروں سے گھورا۔

"جی جی سمجھا دوں گی!" زلیخا نے یکدم ہی ایک قدم پیچھے لیا تھا۔ حیدر میر انہیں گھورتے ہوئے لاؤنج سے باہر جا چکے تھے۔ پیچھے انہوں نے ایک گہری سانس اپنے اندر اتاری تھی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

شام کے اس وقت اسپتال میں لوگوں کا رش معمول سے ہٹ کر تھا۔ شہر کا مشہور اور بڑا اسپتال ہونے کی وجہ سے لوگ سارے اسپتالوں میں اسی اسپتال کو اپنی پہلی ترجیح دیتے تھے۔

وہ متوازن چال چلتی ہوئی راہداری سے گزرتے ہوئے اپنے کمرے میں داخل ہوئی پھر سست قدموں سے ٹیبل تک چلی آئی۔

گلے میں ڈالا سٹیتھوسکوپ اتار کر ٹیبل پر رکھا پھر اپنے کھلے شہد رنگ بالوں کو ہاتھوں کی مدد سے گول مول جوڑے کی شکل میں قید کرنے لگی۔

آج وہ باقی دنوں کی نسبت کافی تھک چکی تھی۔ سفید کوٹ کو کرسی کی پشت پر رکھتے ہوئے ساتھ ہی وہ کرسی کو دھکیل کر بیٹھ چکی تھی۔ اپنا سر کرسی کی پشت سے ٹکائے اب وہ ہلکے ہلکے اپنے ہاتھوں کی انگلیوں سے سر کو دبانے لگی۔

ٹھیک اسی پل دروازے پر دستک ہوئی وہ اگلے ہی پل سیدھی ہو بیٹھی۔

باہر کھڑا شخص بنا اجازت کا انتظار کیے دروازہ دھکیل کر اندر داخل ہوا۔

اندر داخل ہونے والی انسان کو دیکھ کر مئیصہ نے سر نفی میں ہلایا تھا جیسے کہہ رہی ہو یہ کبھی نہیں سدھر سکتی تھی۔

"جی بالکل ٹھیک سوچا آپ نے مس بیوٹی کوئن! ماہیر احمد بیگ کبھی نہیں سدھر سکتی بلکہ اچھے اچھوں کو سدھار سکتی ہے!" ماہیر احمد ہاتھ میں دو کافی کے کپ پکڑے نیلی رنگ کی ٹاپ کے ساتھ سفید جینز پہنے ساتھ ہی سفید ڈاکٹری کوٹ پہنے دروازے کے بیچ و بیچ کھڑی مسکرا رہی تھی۔

"اس میں کوئی شک نہیں!" مئیصہ نے دونوں ہاتھوں کی کہنیوں کو ٹیبل پر ٹکا کر آہستگی سے بولا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ویسے یہ تعریف تھی یا طنز؟" اب کے وہ ٹیبل کے قریب تر کھڑی تھی۔ کافی کے کپوں کو ٹیبل پر رکھتے ہوئے ساتھ کرسی دھکیلتے ہوئے انجان بن کر پوچھا گیا۔

"کوئی نہیں کچھ بھی ہو، آپ نے کہی ہے اور آپ کی کہی بات تو ہمارے سیدھا دل پر لگتی ہے میڈم!" جواب میں مئیصہ کچھ کہتی کہ ماہیر پھر سے بول اٹھی۔

"تم کبھی نہیں سدھر سکتی نا!"مئیصہ نے افسوس بھری نظروں سے سامنے بیٹھی ماہیر کو گھورا ۔سامنے بیٹھی ماہیر اگلے ہی پر ہنس پڑی۔

وہ ایسی ہی تھی بات بات پر ہنس پڑتی تھی ساتھ دوسرے بندے کو بھی ہنسا دیتی تھی۔

لیکن مئیصہ اس سے تھوڑی مختلف تھی۔وہ بات بات پر ہنسنے والے انسانوں میں سے نہیں تھی۔اور کبھی ہنسنے کی ضرورت پیش بھی آتی تھی تو وہ بس فقط مسکرا دیتی تھی۔

"خیال اچھا ہے لیکن میں سوچتی ہوں کہ اگر میں سدھر گئی تو اس بے چاری دنیا کا کیا ہو گا بس یہی سوچ کر کبھی آپ کے اس خیال پر غور نہیں کیا!"انداز بالکل عام سا تھا لیکن کہہ ایسے رہی تھی جیسے اس بے چاری دنیا پر بہت بڑا احسان کر رہی ہو۔مئیصہ نے ایک بار پھر نفی میں سر ہلایا تھا۔وہ واقعی کبھی نہیں سدھر سکتی تھی۔

"اوہوں باتوں باتوں میں تمھیں کافی دینا تو بھول ہی گئی یہ لو تمھاری کافی۔"ماہیر نے اپنے سامنے رکھے دو کافی کے کپوں میں سے ایک اٹھا کر مئیصہ کی طرف بڑھایا اور دوسرا اٹھا کر خود لبوں سے لگایا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"بہت شکریہ مجھے اس وقت اس کی بہت ضرورت تھی!"مئیصہ نے ہاتھ بڑھا کر کافی کا کپ تھاما۔ماہیر نے کپ کو لبوں سے دور کرتے ہوئے سر کو بالکل آہستگی سے ہلایا۔

"جانتی ہوں جبھی تو لائی ہوں۔آخر کو ہم دوست ہیں اور اگر ایک دوست دوسرے کے دل کا حال نا جان پائے تو پھر دوستی کیسی!"ماہیر کے لہجے میں یقین تھا۔

اپنی دوستی کا یقین۔

مئیصہ کی شہد رنگ آنکھوں میں مان تھا۔

سچی دوستی کا مان۔

"ویسے تم بڑی بد تمیز ہو صبح سے آئی ہو اور ایک دفع بھی مجھے اپنا یہ پیارا سا مکھڑا دکھانے کی زحمت نہیں کی۔" ماہیر اپنے بھورے گھنگھوریالے بالوں کی لٹ کو کان کے پیچھے کرتے ہوئے ناراضگی سے بولی۔

"ہاں صبح آئی تو پتا چلا دوپہر میں ہونے والا آپریشن جلد ہو گا تو بس اس میں لگ گئی وقت ہی نہیں ملا تم سے ملنے کا اور نا زینب سے ویسے کہاں ہے زینب؟" کپ کے کنارے پر اپنی شہادت کی انگلی پھیرتے ہوئے وہ اسے اپنے دن کا حال بتا رہی تھی۔

"وہ گھر جا چکی ہے اسکی نائٹ تھی تو وہ میرے آتے ہی گھر کے لیے نکل گئی تھی۔" اب وہ دونوں ارد گرد کی باتیں کرنے لگی تھی۔ کچھ دیر بعد دونوں نے گھر کے لیے نکلنا تھا۔

ہاتھ میں پرس اور سفید کوٹ لٹکائے صبور جلدی جلدی اپنے قدم پارکنگ کی طرف بڑھا رہی تھی۔ پارکنگ میں کھڑی گاڑیوں پر وہ نظریں ڈالے اپنی گاڑی کی تلاش میں تھی۔ کچھ ہی وقت بعد وہ اپنی گاڑی تلاش کر چکی تھی اور اب صبور کے قدم گاڑی کی جانب تھے۔

گاڑی تک پہنچ کر وہ ابھی گاڑی میں بیٹھتی کہ اچانک اس کی نگاہ گاڑی کے شیشے پر ٹکے کاغذ پر پڑی۔ ماتھے پر بل ڈالے وہ اس وقت شدید الجھن کا شکار تھی۔

پھر کچھ سوچ کر اس نے اس کاغذ کے چھوٹے سے ٹکرے کو اپنے ہاتھوں سے پکڑ کر اپنی نظروں کے سامنے کیا۔

کاغذ پر لکھی سطر پر جیسے ہی صبور کی نظر پڑی اسکی سیاہ آنکھیں حیرت کے شدید جھٹکے سے کھلی کی کھلی رہ گئی تھی۔ سیاہ آنکھوں کی پتلیاں حیرت سے پھیل چکی تھیں۔ آنکھوں میں اگلے ہی پل بہت سے تاثر ایک ساتھ ابھرے تھے۔

کیا کچھ نا تھا ان آنکھوں میں۔

ڈر!

خوف!

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

حیرت!

ماتھے پر گھبراہٹ کے بدولت پسینے تک ابھر آئے تھے۔

"صبور کیا ہوا تم یہاں کیوں کھڑی ہو؟" پریشان کھڑی صبور اگلے ہی پل گھبرا کر پلٹی تھی۔ ہاتھ میں پکڑے کاغذ کے ٹکڑے کو اس نے اپنی مٹھی میں بند کر دیا تھا۔ سامنے ماہیر کے ساتھ مئیصہ کو دیکھ کر صبور نے ایک گہری سانس اپنے اندر کھینچی تھی۔

"کچ۔۔کچھ نہیں!" اپنے لبوں پر زبردستی کی مسکراہٹ لاتے ہوئے صبور نے دھیرے سے کہا تھا۔

"کچھ نہیں تو یہ تمھیں اتنے پسینے کیوں آرہے ہیں طبعیت تو ٹھیک ہے نا تمھاری؟" مئیصہ کے فکرمندی سے پوچھنے پر صبور نے اپنا ہاتھ ماتھے پر پھیرا تھا۔واقعی اسکا چہرہ پسینے سے شرابور تھا لیکن کیسے اسے تو خبر تک نہ ہوئی۔

"ہاں۔۔ہاں ٹھیک ہوں میں بس سر میں تھوڑا درد ہے تو بس گھر جا کر پین کلر لے لوں گی۔" اس نے صاف بات بدلنی چاہی تھی۔مئیصہ نے کچھ نا سمجھی سے صبور کو گہری نظروں سے دیکھا۔

"تم شیور ہونا؟ کچھ ہوا ہے کیا؟" مئیصہ کو نا جانے کیوں اس کے جواب سے تسلی نا ہوئی تھی۔مئیصہ کے پوچھنے پر ماہیر نے چہرہ موڑ کر اسے دیکھا پھر سر ہلاتی ہوئی صبور کو دیکھنے لگی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ارے ہاں میں شیور ہوں اور ایسا کچھ نہیں ہوا تم فکر مت کرو کل ملتے ہے اللہ حافظ!" صبور نے ایک قدم آگے بڑھ کر مئیصہ کے کندھے کو ہلکا سا دبایا۔مئیصہ اور ماہیر سر ہلاتی ہوئی اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گئی پیچھے صبور جلدی سے اپنی گاڑی میں آکر بیٹھی۔

دور جاتی مئیصہ نے ایک بار پھر پلٹ کر صبور کی گاڑی کی طرف دیکھا تھا۔وہ ابھی تک الجھی ہوئی تھی نا جانے ایسا کیا ہوا تھا جو صبور اس قدر پریشان تھی!بس یہی باتیں اسکے دماغ میں گردش کر رہیں تھیں۔

گاڑی میں بیٹھی صبور نے اس کاغذ کو پھر سے اپنی آنکھوں کے سامنے کیا تھا۔

"Now it's the right time to say goodbye to everyone doctor suboor"!

ان لفظوں میں کچھ تھا!

کچھ بہت ہی عجیب!

"ہو سکتا ہے کسی نے میرے ساتھ مزاق کیا ہو!" گاڑی کی خاموش فضا میں صبور کی لڑکھڑاتی ہوئی آواز ابھری۔

"ہاں یقیناً کسی نے مذاق ہی کیا ہو گا۔ میں بھی نا بہت سوچتی ہوں چھوٹی چھوٹی باتوں کو۔" وہ اپنے آپ کو یقین دلانے کی بھرپور کوشش کر رہی تھی۔

"لیکن میرا نام؟ میرا نام کسی کو کیسے پتا؟" ایک بار پھر اس کا دماغ دوسری طرف بھٹکا تھا۔

"اف صبور بہت سوچتی ہو تم ایسا کچھ نہیں ہے کسی نے یقیناً مذاق ہی کیا ہو گا!" سر جھٹکتی وہ اپنے خیالات سے جھنجھلائی پھر اس کاغذ کے ٹکڑے کو غصے سے مڑوڑ کر کھڑکی سے باہر پھینک ڈالا۔

"ریلیکس صبور۔" کچھ دیر تک وہ خود کو پر سکون کرتی رہی پھر گاڑی اپنے گھر کی طرف ڈال دی!

دروازے کی ناب کو بالکل آہستگی سے گھماتے ہوئے وہ اپنے اپارٹمنٹ میں داخل ہوئی۔ پلٹ کر دروازے کو بند کرتی متوازن چال چلتی ہوئی وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھنے لگی اس کی سانس ہلکی ہلکی پھول رہی تھی جیسے وہ اوپر سیڑھیاں چڑھ کر آئی ہو۔

پورا اپارٹمنٹ اس وقت روشنیوں کے زرد میں گھرا ہوا تھا۔ اسے تھوڑی حیرت ہوئی۔ آج اسے گھر آنے میں دیر ہو چکی تھی اور اس کی اطلاع کے مطابق اس کی ماں اس وقت سو چکی ہوں گی تو پھر یہ لائٹس کس نے جلائیں؟

ٹھیک اسی پل اس کے کان کچن سے آتی کھٹ پھٹ کی آوازوں پر کھڑے ہوئے۔

کمرے کی طرف بڑھتے اس کے قدم خود بخود کچن کی طرف بڑھے۔

اوپن کچن تک پہنچتے ہوئے اسے دور سے اپنی ماں کی پشت دکھائی دے چکی تھی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ماں آپ سوئی نہیں ابھی تک!" وہ تھوڑی حیرت کا شکار ہوئی۔ کیونکہ یہ وقت تو اسکی ماں کا دوائی لے کر سونے کا تھا۔

مئیصہ کی آواز پر آمنہ نے پلٹ کر اپنی بیٹی کو دیکھا۔

"ارے بیٹا تم آگئی۔ نہیں بس تمھارا ہی انتظار کر رہی تھی جاؤ منہ ہاتھ دھو آؤ تب تک میں کھانا لگاتی ہوں۔" آمنہ بیگم اب پھر سے اپنے کام میں مصروف ہو چکی تھی۔ ہاتھوں کو تیزی سے چلاتے ہوئے اب وہ کھانا گرم کرنے رکھ رہی تھیں۔ پھر اچانک وہ واپس پلٹی۔ مئیصہ جو سر ہلاتی ہوئی ماتھے پر آیا پسینہ صاف کرتی اپنے کمرے کی طرف بڑھنے ہی لگی تھی آمنہ بیگم کی آواز پر ٹھہر سی گئی۔

"کتنی بار کہا ہے کہ بیٹا لفٹ سے آجایا کرو دس منزلہ عمارت کی سیڑھیاں مت چڑھا کرو لیکن تم سنتی ہی نہیں!" انھوں نے افسوس سے اپنی بیٹی کو دیکھا تھا۔ مئیصہ لب بھینچے کھڑی رہی۔

"بیٹا وہ صرف ایک حادثہ تھا!" جھڑیوں زدہ چہرے پر اب کے فکر صاف دکھائی دے رہی تھی۔

" کبھی کبھی کچھ حادثے زندگی بھر کا روگ بن جاتے ہیں ماں!"

افسردگی سے کہتے ہوئے اس نے اپنی ماں کو دیکھا۔ شہد رنگ آنکھوں میں نا جانے کتنے ہی رنگ آکر گزرے تھے۔

"اچھا آپ کھانا نکالیں میں فریش ہو کر آتی ہوں۔" وہ بات کو بڑی محارت سے بدل گئی تھی۔ آمنہ بیگم نے ناچاہتے ہوئے بھی اسے مسکرا کر دیکھا تھا۔ ایک نظر اپنی ماں کو دیکھ کر وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ کمرے میں گھستے ہی اس نے ہاتھ میں لٹکا سفید کوٹ اور بیگ کو بیڈ پر رکھا اور خود بالکونی کی طرف چلی آئی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

سفید جالی دار کاٹن کے پردوں کو ایک طرف کرتی وہ بالکونی میں داخل ہوئی۔

بالکونی میں اس وقت چھوٹی چھوٹی زرد رنگ کی روشنیاں چل رہی تھیں۔ بڑی سی بالکونی میں چاروں اطراف میں طرح طرح کے پھولوں کے گملے رکھے تھے۔ جن پر الگ الگ قسم کے پھول کھلے ہوئے تھے۔

وہ اس دنیا میں چند ہی چیزوں سے محبت کرتی تھی

اور اس میں پھول سرِ فہرست تھے۔ پھولوں سے اسے ایک الگ ہی قسم کا لگاؤ تھا۔

اسے کبھی کبھی وہ بالکل اپنی طرح لگتے تھے۔

اکیلے !!بالکل تنہا! جنھیں شاید کوئی سننے والا نہیں ہوتا!

وہ بس سانس لیتے ہے اپنے سے جڑے رشتوں کے لیے۔

انھیں معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ ہار گئے تو ان کی جڑیں کمزور پڑ جائیں گی!

اس نے آگے بڑھ کر ایک ایک کر کے سارے گھملوں میں پانی ڈالا پھر بالکونی کی ریلنگ پر ہاتھ ٹکائے آسمان کو تکنے لگی

۔

آسمان پر گہرے بادلوں کا راج تھا گہرے بادلوں کی آوٹ میں چھپا چاند اپنا آپ دکھانے میں ناکام ٹھہرا تھا۔

وہ کچھ دیر تک کھڑی فضا میں چلتی ٹھنڈی ہواؤں سے اپنے آپ کو پر سکون کرنے لگی پھر یکدم ماں کا خیال آنے پر واش روم کی طرف بڑھ گئی۔ پیچھے ہنوز ٹھنڈی ہوائیں ارد گرد رقص کرتی رہی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

رات دھیرے دھیرے چار سو پھیل رہی تھی۔ آسمان پر اس وقت گھنے سیاہ بادلوں کا راج تھا۔ بادل کچھ اس قدر گہرے تھے کہ چاند اپنا آپ دکھانے میں ناکام ٹھہرا تھا۔ دیکھنے سے لگتا تھا کہ کبھی بھی طوفانی بارش برس پڑے گی۔ یہ منظر شہر کے بیچ و بیچ بنے ایک علاقے کا تھا جہاں لاتعداد درمیانے طبقے کے گھر زیر تعمیر تھے۔ آس پاس کے علاقے میں گہری خاموشی تھی۔

ایسی خاموشی جو ایک پل کو خوفزدہ کر دے!

خاموشی دلوں کو چیر دینے والی خاموشی!

موت جیسی خاموشی ہر سو پھیلی تھی!

اسی موت جیسی خاموشی میں آس پاس سے آتی گلیوں میں سے کتوں کی آوازیں اس منظر کو اور خوف ناک انداز میں پیش کر رہی تھیں۔

ان لاتعداد بنے گھروں میں سے ایک گھر ایسا تھا جہاں کوئی خاموشی سے اپنے قدم بنا چاپ پیدا کیے بڑھا رہا تھا۔

اس خاموشی میں اچانک ایک مخصوص آواز پیدا ہوئی تھی جو اب مستقل آ رہی تھی۔ اس خاموشی میں وہ آواز کسی صور کی مانند لگ رہی تھی۔

کمرے میں موجود بیڈ پر سوئی صبور نے بے آرام سی کروٹ بدلی تھی پھر کسمسا کر آنکھیں کھولیں۔ مستقل آتی ٹک ٹک کی آواز نے اس کی نیند میں خلل کیا تھا۔ صبور نے اپنی خمار آلود آنکھوں کو دیوار پر لگی گھڑی پر ڈالا جو اس وقت رات کے چار بجا رہی تھی! صبور نے گہری سانس بھرتے ہوئے اپنے منہ پر ہاتھ پھیرا پھر اپنے اوپر سے بلینکٹ کو دور کرتی ہوئی پیر ٹھنڈے فرش پر رکھے۔

پیروں کو چپلوں میں مقید کرتے ہوئے بالوں کو ہاتھ سے گول مول شکل میں قید کیے سرمئی شرٹ اور ٹراؤزر پہنے ہوئے تھے۔ حلق بے حد خشک ہوتا محسوس کرتے پانی پینے کی نیت سے کچن کی طرف بڑھنے لگی تھی۔

گھر میں اس وقت مکمل اندھیرا تھا۔ لاؤنج میں بس ایک ہلکی سی بتی چل رہی تھی جس کی وجہ سے اس نیم اندھیرے میں چلنا آسان تھا۔

کچن میں داخل ہوتے سیدھا وہ فرج کی جانب بڑھی۔ اس نے کچن کی لائٹ چلانا ضروری نا سمجھا تھا۔

اسی پل آسمان پر بہت زور سے بجلی چمکی تھی۔ بس ایک پل کے لیے پورا گھر نیلے خوف ناک سے رنگ میں ڈھلا تھا۔

صبور کا فرج کو بڑھتا ہاتھ ایک لمحے کو تھما تھا۔ دل ایک پل کو ڈر کر سکڑا تھا۔

پھر سر جھٹکتی ہوئی صبور نے فرج سے پانی کی بوتل ہاتھ بڑھا کر نکالی۔ پھر بنا گلاس لینے کی زحمت کیے اس نے بوتل کو منہ سے لگا کر دو تیں بڑے بڑے گھونٹ حلک میں اتارے۔

اسی پل کوئی راہداری سے گزرتے ہوئے کچن کی طرف بڑھا تھا۔

وہ اپنے قدم زمین پر جما جما کر آگے بڑھا رہا تھا۔

یک دم ہی اس کے قدم تھم سے گئے۔ کچن کے دائیں جانب والی دیوار پر ایک انجان سا سایا لہرایا تھا ۔ وہ سایا اب کچن کے دروازے کے بالکل وسط میں کھڑا ہوا تھا۔

کسی آہٹ پر صبور نے غیر محسوس انداز میں گردن موڑ کر کچن کے دروازے کی سمت دیکھا تھا۔

دروازے کے عین بیچ و بیچ کوئی موجود تھا۔ گردن سر یے کی طرح اکڑی ہوئی تھی

دروازے کے بیچ میں کوئی کالا سایا سا کھڑا تھا۔

عین اسی پل ایک بار پھر بجلی پوری شدت سے چمکتی تھی لیکن اس بار بادلوں کی گرج کانوں کے پردے چیڑ دینے والی تھی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

خوف ناک!

بہت زیادہ خوف ناک!

دروازے کے بیچ و بیچ کھڑے سائے کا حلیہ واضح ہوا تھا۔ سیاہ جینز پر سیاہ لمبی ہڈ پہنی ہوئی تھی!

ہڈ کی کیپ کو سر پر ڈالا گیا تھا جس کی وجہ سے چہرہ واضح نا تھا۔

ہاتھ میں ایک لکڑی نما سی اسٹک تھی اس کا اوپری حصہ دکھنے میں گول تھا اور نچلا حصہ پتلی سی نوک نما تھا۔

صبور کے ہاتھ سے خوف کے مارے بوتل چھٹ کر زمین پر گر چکی تھی۔

خوف کے مارے صبور کی آنکھوں کی پتلیاں پھیل چکی تھی۔

پورے جسم میں ایک سرسراہٹ دوڑی تھی

ہاتھ پیر کپکپاہٹ کا شکار ہو چکے تھے

اس نے ارد گرد کی پرواہ کیے بغیر سلپ کی دوسری طرف سے بھاگنا چاہا ٹھیک اسی پل وہ سیاہ ہڈ والا اس کی طرف لپکا تھا۔ اور اگلے ہی پل صبور کے دونوں ہاتھ اس کی قید میں تھے۔

دونوں ہاتھ کمر کے پیچھے کیے بڑی سختی سے اس نے صبور کے ہاتھوں کو پکڑ رکھا تھا۔

دونوں کے بیچ فاصلہ نہ ہونے کے برابر تھا۔

وہ اس کے بے حد قریب کھڑا تھا اتنا کہ صبور کو اپنی سانسیں تک رکتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔

"مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ لٹل گرل!" سیاہ ہڈ والا صبور کے کان کے بے حد قریب سرد مہری سے بولا تھا۔ اس کے لبوں پر ایک الگ ہی قسم کی مسکراہٹ موجود تھی۔

بالکل عجیب مسکراہٹ!

صبور کے جسم میں اگلے ہی پل سنسنی سی ڈوری تھی۔

جسم برف کی سل کی طرح ٹھنڈا پڑ گیا تھا۔ اسے اپنے حلق میں کانٹے سے پڑتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے ایسے جیسے اس نے کئی برس سے پانی کا ایک قطرہ تک نہ پیا تھا۔

ٹھیک اسی لمحے صبور نے ہمت کرتے ہوئے اس سیاہ ہڈ والے کو خود سے دور دھکیلا تھا۔ صبور ابھی دو قدم بھی آگے بڑھتی کہ سیاہ ہڈ والے نے اسٹک کا گول نما حصہ اس کے سر کے پیچھے والے حصے پر زور سے دے مارا! صبور کے بڑھتے قدم تھم سے گ ئے تھے کان سائے سائے کرنے لگے تھے۔ نمی محسوس کرتے ہوئے اس نے ہاتھ سر کے پیچھے والے حصے پر رکھا پھر وہی ہاتھ جیسے ہی اپنی آنکھوں کے سامنے کیا تو آنکھیں حیرت سے پھیل گئی۔

اس کی انگلیاں پوری خون میں رنگ چکی تھیں۔

اچانک ہی بہت زور سے اسے اپنا سر چکراتا محسوس ہوا اتنا کے وہ توازن برقرار نا رکھ سکی اور زمین پر گر پڑی۔

ٹھیک اسی پل ایک بار پھر بجلی بہت زور سے گرجی تھی۔

سیاہ ہڈ والے نے تمسخرانہ مسکراہٹ سے اسے دیکھا۔

پھر دوزانوں بیٹھ کر اسے سرخ انگارا آنکھوں سے دیکھے گیا۔

صبور کو اپنے آس پاس سب کچھ دھندلا سا دکھائی دینے لگا تھا۔ وہ اپنے حواس کھو رہی تھی۔ صبور نے آنکھیں بند کر کے کھولی تھیں۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہ جاننا چاہتی تھی کہ وہ کون تھا۔

اسے پتا تھا کہ وہ اس معمولی چوٹ پر نہیں مر سکتی آخر وہ ایک ڈاکٹر تھی!

"تمہ۔۔ تم کون ہو؟" اپنے اندر بے تحاشا ہمت کرتے اپنے حواسوں پر قابو پاتے ہوئے اس نے بامشکل پوچھا۔ چہرہ پورا پسینے سے شرابور ہو چکا تھا۔

"تمھاری ناکامی!" سامنے والے کا جواب اتنا ہی سرد مہری سے آیا تھا۔ اچانک ہی باہر سے پانی گرنے کی زور و شور سے آواز آنے لگی تھی۔

شاید باہر طوفانی بارش شروع ہو چکی تھی۔ اور اندر ایک طوفان بس تھمنے کو تیار تھا!

سامنے والے کے جواب نے اسے آنکھیں سکیڑنے پر مجبور کیا تھا۔ ابھی وہ کچھ اور اپنے لبوں سے ادا کرتی کہ حواس کھو بیٹھی۔ آنکھیں بند ہو چکی تھیں۔

(وہ بچ جائے گی!)

لیکن خود اس بات پر یقین رکھنے والی صبور کو کون بتاتا کہ اس کی آنکھیں اب کبھی نہیں کھلیں گی!

وہ ہمیشہ کے لیے بند ہو چکی ہیں!

سیاہ ہڈ والا کھڑا ہوا تھا۔

اب پورے گھر میں اس کے قہقہے گونج رہے تھے۔

کچھ لمحے بعد اس کے قہقہے لگاتے لب سکڑے۔ آنکھیں بے انتہا سرخ ہوئی تھیں۔ آنکھوں میں بہت گہرا تاثر ابھرا تھا

۔

سیاہ ہڈ والے نے اسٹک پر اپنی گرفت مضبوط کی پھر بنا کسی چیز کی پرواہ کیے بغیر پانچ سے چھ بار صبور کے سر پر وار کیے تھے۔ وار میں اس قدر شدت تھی کہ صبور شاید تیسرے وار میں ہی مر چکی تھی۔

ایک لمحے کو وہ رکا۔ اس وقت وہ کوئی درندا لگ رہا تھا۔

پھر گھٹنوں کے بل بیٹھ کر صبور کو دیکھے گیا وہ جانتا تھا کہ وہ مر چکی ہے۔

کمرے میں گہری خاموشی پھیلی تھی۔

موت جیسی خاموشی!

سیاہ ہڈ والے نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر کچھ نکالا اور جب اسے اپنی نظروں کے سامنے کیا تو آنکھوں کے سامنے ایک چھوٹا سا بلیڈ تھا۔ اس کے لبوں پر مکانگی سی مسکراہٹ ابھری تھی۔

اس نے وہ بلیڈ صبور کے بازو کے قریب کیا پھر دیوانے سے انداز میں ہاتھ پر جھک کر کچھ لکھنے لگا۔

وقت آہستہ آہستہ سرکنے لگا۔ کچھ پل کے بعد اس نے سر اٹھایا تھا اب کے بازو پر بھی لکیر کی صورت میں خون رس رہا تھا۔

اور کلائی پر کچھ لکھا بھی گیا تھا۔

کچھ بہت گہرا!

پھر سیاہ ہڈ والا کھڑا ہوا ایک تمسخرانہ مسکراہٹ صبور کے مردہ وجود پر ڈال کر وہ اسی مخصوص ٹک ٹک کی آواز سے منظر سے غائب ہو گیا۔

اور کچن کے فرش پر صبور کا تازہ تازہ خون ہر طرف پھیلنے لگا تھا۔ اس گھر کی دیواریں بالکل خاموش تھیں۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

ساکن تھیں!

جیسے انھوں نے یہ منظر دیکھنے کی کبھی توقع نہ کی تھی۔

باہر اب بھی زور و شور سے طوفانی بارش جاری تھی۔

اور اس گھر کی در و دیوار جانتے تھے کہ یہاں ایک طوفان آ کر گزر چکا ہے بنا کسی کو بھنک لگے۔

کل رات مسلسل بارش کے بعد آج موسم کافی خوشگوار تھا!نم سڑکیں اس بات کی نشان دہی کر رہی تھیں کہ کل رات بادل خوب جم کر برسے تھے۔

قصرِ میر کے مکین اس وقت ناشتہ کرنے میں مشغول تھے۔

بڑی سی ٹیبل کی سربراہی کرسی پر حیدر میر بڑی شان سے بیٹھے تھے۔ایک ہاتھ میں چھری تو دوسرے میں کانٹا پکڑے وہ ناشتے سے بھرپور انصاف کرنے میں لگے تھے۔ساتھ ہی برابر والی کرسی پر زلیخا میر بیٹھی اطمینان سے ناشتہ کرتے ہوئے وقفے وقفے سے ڈائینگ روم کے دروازے کے طرف نظر دوڑا رہی تھیں۔وہ جانتی تھیں یہ اطمینان کچھ ہی وقت کا ہے۔

ٹیبل سے تھوڑے فاصلے پر کھڑے دو سے تین ملازم مؤدبانہ انداز میں ہاتھ باندھے سر جھکائے کھڑے تھے۔

اگر انھیں یہی چھوڑ کر ٹھیک اسی سمت میں اوپر نظر ڈالی جائے تو عرشمان میر آئینے کے سامنے کھڑا اپنا بھرپور جائزہ لینے میں مگن تھا۔ سفید رنگ کی آستینوں والی شرٹ جس کی آستینیں کہنیوں تک فولڈ تھی پہنے ساتھ گہرے نیلے رنگ کی جینز پہنے وہ مکمل تیار تھا۔پیر سفید ہی رنگ کے جوگرز میں قید تھے۔اپنے کالر کو ٹھیک کرتے ساتھ وہ اپنی کتھئی نشیلی آنکھوں سے اپنے خود کا جائزہ لے رہا تھا۔بھورے بال ماتھے پر بے ترتیب سے بکھرے تھے۔ڈریسنگ ٹیبل سے گاڑی کی چابی اٹھاتا لبوں پر سیٹی کی دھن بجاتا وہ نیچے کی طرف بڑھ گیا۔ڈائینگ روم تک پہنچ کر بھی اسکی سیٹی کی دھن اور انگلی میں گھومتی چابی والا عمل برقرار تھا۔

ایک مشترکہ سلام کرتے ہوئے ابھی وہ کرسی پر بیٹھنے ہی لگا تھا کہ حیدر میر کی آواز پر اسکا ہاتھ کرسی پر ہی ٹھہر گیا۔

"بند کرو یہ سیٹی کی دھن بجانا! کتنی بار بولا ہے مجھے شدید ناپسند ہے یہ۔"حیدر میر نے غصے سے عرشمان میر کو گھورا تھا۔

سیٹی کی دھن بجاتے لب ایک پل کو ساکت ہوئے۔

"تبھی تو بجاتا ہوں ڈیڈ کیونکہ جو چیز آپ کو سخت ناپسند ہے نا مجھے وہی کرنے میں مزہ آتا ہے دل کو سکون ملتا ہے۔" بنا اپنے باپ کی بات کا اثر لیے وہ ڈھیٹ بنا پھر سے سیٹی کی دھن بجانے لگا۔ حیدر میر نے اپنے بیٹے کے جواب پر غصے سے مٹھیاں بھینچی۔

"کہا تھے تم اتنے دنوں سے؟ کس کے ساتھ تھے کچھ ہوش ہے گھر کا! آفس کا! بڑے ہو گئے ہو تم اب یہ بچوں والی حرکتیں کرنا چھوڑ دو اور آفس میں میرا ہاتھ بٹانے پر دھیان دو! تمھاری عمر میں اوروں کے بچے پابندی سے آفس جاتے ہے اور تم ہو کہ تمھیں گھومنے پھرنے سے فرصت ہی نہیں۔" وہ ایک بار پھر غصے سے بھڑک اٹھے تھے۔

"ڈیڈ آپ کا تفتیشی پروگرام ختم ہو گیا ہو تو میں بیٹھ جاؤں؟" وہ شدید اکتاہٹ کا شکار ہو چکا تھا۔ پھر بنا اپنے باپ کا جواب جانے وہ کرسی دھکیل کر شان سے بیٹھ چکا تھا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"مام آملیٹ پاس کیجیے گا!" حیدر میر کو مکمل طور پر نظر انداز کیے اسنے اپنی ماں کو نرمی سے مخاطب کیا۔ زلیخا میر نے سر کو ہلکی سی حرکت دیتے ہوئے آملیٹ کی ٹرے اس کی طرف بڑھائی۔ اسی پل حیدر میر نے ہاتھوں میں پکڑا کانٹا اور چھری زور سے پلیٹ پر پٹخا تھا۔ اتنی زور سے کہ ڈائینگ روم کی فضا میں خلل پیدا ہوا۔

"تم میری بات کو یوں اس طرح نظر انداز نہیں کر سکتے عرشمان۔" انھوں نے پھر سے اپنی بات پر زور دے کر کہا۔ وہ ضبط کے آخری مراحل پر تھے۔

"ڈیڈ میرے خیال سے اب تک تو آپ کو عادت ہو جانی چاہیے تھی! اور رہی بات آپ کے سوال کی تو مجھے اس میں ایسی کوئی خاص بات نہیں لگی جس کا جواب دینا میں ضروری سمجھوں۔" آملیٹ سے بھرپور طریقے سے انصاف کرتے ہوئے اس نے سرسری سے انداز میں کہا۔ پھر ایک نظر اپنے باپ کو دیکھا جو دھواں دھواں چہرہ لیے اسے دیکھ رہے تھے پھر اپنی ماں کو جو اسے مسلسل کچھ کہنے سے روک رہی تھی۔ ان کے چہرے پر بے بسی دیکھ عرشمان نے گہری سانس اپنے اندر اتاری۔

"اپنے بیٹے کو سمجھا دو زلیخا مجھ سے آئندہ کبھی بھی اس ٹون میں بات نا کرے اور اب بچپنا چھوڑ کر زمہ داریاں سنبھالے!" حیدر میر اب کے عرشمان کے ساتھ بیٹھی زلیخا سے مخاطب ہوئے۔ لہجہ حد درجہ سخت تھا۔ زلیخا ابھی کچھ کہتی کہ عرشمان بیچ میں بول اٹھا۔

"میری ماں سے کیوں کچھ کہہ رہے ہیں آپ، مجھ سے کہیں آپ کے سامنے ہی بیٹھا ہوں میں۔ پر اوہو میں تو بھول گیا آپ مجھے کچھ سخت کیسے کہہ سکتے ہیں آخر کو آپ کا اکلوتا بیٹا ہوں جس نے آگے جا کر آپ کے نیک ارادوں میں آپ کا ساتھ جو دینا ہے! ہے نا!" اسے بالکل بھی پسند نا تھا کہ کوئی اس کی ماں سے یوں سختی سے پیش آئے۔ اب تو حیدر میر کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوا تھا وہ تیش میں پلیٹ کو دور دھکیلتے ہوئے کھڑے ہوئے ایک نظر خون خوار نظروں سے اپنی بیوی کو گھورا پھر غصے سے تن تناتے ہوئے ڈائننگ روم سے باہر نکلتے چلے گئے۔

"بیٹا کیوں صبح صبح شروع ہو جاتے ہو تم کبھی چپ رہ کر بھی تو ان کی بات سن سکتے ہو نا وہ تمھارے باپ ہے کبھی تمھارا برا نہیں چاہیں گے!" زلیخا اب کے پوری طرح اس کی طرف پلٹی تھیں۔ ان کے لہجے میں فکر مندی تھی۔

"برا نہیں تو اچھا بھی نہیں چاہیں گیں ماں خیر آپ اتنی ٹینشن کیوں لیتی ہے یار ابھی آپ کا بیٹا ہے ناسب سنبھالنے کے لیے۔اور میں نے کتنی بار کہا ہے کہ کوئی ضرورت نہیں ہے ڈیڈ کی ہاں میں ہاں ملانے کی لیکن آپ سنتی ہی نہیں ٹھیک ہے اب آپ بھی میری بات نہیں مانتی ہیں اور نا اب پہلے جیسا پیار کرتی ہیں پہلے تو آپ مجھے پیار سے خود گرم گرم پڑھاٹے کا ناشتہ کرواتی تھی اور اب یہ میرے سامنے روکھا سوکھا سا انڈا رکھ دیتی ہے۔"

اس کا لہجہ یک دم ہی بدل سا گیا تھا۔

پہلے والی سختی اب دیکھنے سے بھی نہیں مل رہی تھی۔اپنے بیٹے کی بات پر زلیخا نے مسکرا کر اسے دیکھا ۔

"ایسا نہیں ہے بیٹا بھلا کوئی ماں اپنی اولاد سے پیار کرنا چھوڑ سکتی ہے !میں ابھی تمھارے لیے گرم گرم پڑھاٹا لے کر آتی ہوں۔" ان کے لہجے میں ممتا صاف جھلک رہی تھی۔اس کے بالوں کو اپنے ہاتھوں سے ٹھیک کرتے ہوئے وہ بڑی محبت سے اسے دیکھے گئی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"نہیں آج چھوڑ دیں اب لیکن کل آپ نے یاد سے بنانا ہے اچھا یہ بتائیں کہ آپ نے مجھے مس کیا؟سچ کہوں تو میں نے آپ کو بہت مس کیا ماں"

"تمھیں میں بھولتی ہی کب ہوں بیٹا تم تو میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہو۔" زلیخا اپنے اکلوتے بیٹے سے بہت محبت کرتی تھیں۔ان کی جینے کی ایک واحد وجہ ان کا بیٹا تھا۔

"واہ جی بڑی ڈائیلاگ بازی آرہی ہے ہماری ماں جی کو تو خیر تو ہے نا مجھے لگتا ہے آپ پر میر ا اثر ہوتا جارہا ہے۔" ایک آنکھ مارتے ہوئے اس نے اپنی ماں کو چھیڑا۔

"چل شریر۔۔۔ بہت زبان چلنے لگی ہے تیری۔"

"یہ سب حیدر میر کا ہی کمال ہے موم" اس نے ایک پل میں ہی سارا کریڈٹ اپنے باپ کے سر تھوپ دیا۔

"اچھا موم مجھے کچھ ضروری کام ہے شام میں ملتے ہے اللہ حافظ !" ایک نظر گھڑی پر ڈالتے ہوئے وہ کھڑا ہوا۔ پھر جھک کر اپنی ماں کے ماتھے پر محبت کا بوسہ دیا۔ گاڑی کی چابی ٹیبل سے اٹھاتا باہر کی طرف بڑھ گیا پیچھے زلیخا ملازمہ سے ٹیبل صاف کروانے لگی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہ متوازن چال چلتی ہوئی تر و تازہ سی اسپتال میں داخل ہوئی۔ کل کی نسبت آج وہ تھوڑی مختلف دکھائی دیتی تھی۔ شہد رنگ بال آج اونچی پونی ٹیل میں قید تھے جن میں سے چند ایک لٹیں چہرے کے گرد جھول رہی تھیں۔

گہرے گلابی رنگ کی پرنٹڈ فراک کے ساتھ ہی ہم رنگ پاجامہ پہنے سفید اور گلابی رنگ کے امتزاج کا شیفون کا دوپٹہ گردن میں ڈالے وہ پر اعتمادی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ رہی تھی۔

لیکن ایک بات نے اسے تھوڑا ٹھٹھکنے پر مجبور کیا تھا اور وہ تھی اسپتال کی چہل قدمی۔

آج اسپتال کا ماحول تھوڑا عجیب سا تھا نا جانے کیوں؟ وہ کندھے آچکاتی اپنے کمرے میں داخل ہوئی۔ گُوچی کے بیگ کو میز پر رکھتے ہوئے وہ اپنے ہاتھ میں پکڑا استری شدہ سفید کوٹ پہننے لگی ٹھیک اسی لمحے دروازے پر دستک ہوئی۔

کوٹ کو ٹھیک طرح سے پہن کر اسنے باہر کھڑے شخص کو اندر آنے کی اجازت دی۔

"گڈ مارننگ میم! میٹنگ ہال میں ڈاکٹر بازل اور ڈاکٹر علی آپ کا انتظار کر رہے ہیں" دروازے پر کھڑی لڑکی جو کہ نرس لباس میں موجود تھی کہہ رہی تھی۔

"گڈ مارننگ ٹو یو ٹو! لیکن اتنی صبح صبح میٹنگ خیریت ہے نا اور یہ آج اسپتال کے ماحول کو کیا ہوا ہے سب ٹھیک ہے نا؟" دل میں اٹھتا خدشہ وہ لبوں پر لے آئی تھی۔ دروازے پر کھڑی لڑکی گڑبڑائی۔

"جی میم وہ آپ کو میٹنگ ہال میں جا کر پتا چل جائے گا۔"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اچھا تم چلو میں آتی ہوں۔" کچھ اور پوچھنے کا ارادہ ترک کرتی وہ سرسری سے انداز میں بولی۔ نرس سر ہلاتی ہوئی جا چکی تھی۔ اپنے بیگ سے موبائل نکال کر سفید کوٹ کی جیب میں رکھتی وہ میٹنگ ہال کی جانب چل پڑی۔ نا جانے کیوں اس کا دل کسی انجانے خوف میں گرا تھا!

یہ منظر شہر کراچی میں موجود رہائشی علاقے کا تھا جہاں شاندار بنگلے اس وقت پوری شان سے کھڑے تھے۔ انھیں شان دار گھروں میں سے ایک گھر سلماء ہاشم کا بھی تھا جو صبح صبح ملازموں کو کچھ سنانے میں مصروف تھیں اپنے کمرے میں کھڑی اپنے سیاہ بالوں کو جوڑے کی شکل میں قید کرتی زینب ان کی آواز با آسانی سن سکتی تھی۔ آواز جب مستقل آتی رہی تو اس نے ایک گہری سانس اپنے اندر اتاری تھی اور بیڈ پر رکھا سفید کوٹ اٹھاتی باہر کی جانب نکل گئی۔
ڈائینگ ٹیبل تک پہنچتے پہنچتے اب آوازیں آنا بند ہو چکی تھی۔ جھکے سر اور سست قدموں سے وہ ٹیبل تک پہنچی پھر ایک نظر اپنی ماں کو دیکھا جو اس وقت بریڈ کے لباس میں موجود اپنے مغرور نقوش پر ڈھیر سارا میک اپ کیے بھورے اسٹیرپ میں کٹے بالوں کو کھلا چھوڑے شان سے سربراہی کرسی پر براجمان تھیں۔ وہ ساٹھ سال کی عمر میں بھی کسی کو بھی اپنی طرف متوجہ کر سکتی تھیں۔

"گڈ مارننگ موم!" بالکل دھیمی سی آواز میں اس کے ہلک سے لفظ ادا ہوئے تھے۔ سلماء بیگم نے ایک نظر اٹھا کر اپنی بیٹی کو دیکھا تھا۔ اسکا روکھا سوکھا چہرہ دیکھ ان کے چہرے کے زاویے بگڑے۔ ہلک جیسے اندر تک کڑوا ہو چکا تھا۔ سلماء بیگم اسے تب تک گھورتی رہی جب تک وہ کرسی پر نا بیٹھ گئی۔

خود پر نظروں کی تپش محسوس کرتے ہوئے زینب نے اپنی ماں کو دیکھا۔

سلماء بیگم جو اسے گھور رہی تھی یکدم ہی چہرے پر نرم تاثر لے آئی۔

"تمھارا باپ آیا تھا کل تم سے ملنے۔" سلماء بیگم کے لفظ تھے کہ کیا زینب کے جسم میں روح پھونک گئے۔

"لیکن میں نے کہہ دیا ہے کہ تم اس سے ملنا نہیں چاہتی ہو۔" سلماء بیگم بریڈ پر جیم لگاتے بے نیازی سے بولی۔ زینب کے کندھے اگلے ہی پل ڈھیلے پڑے تھے۔

"ٹھیک کہانا میں نے بیٹا بھلا اتنی آرام و آسائش چھوڑ کر تم اس کے غریب کھانے میں ایک بھی دن کیسے گزارو گی! بس یہی سوچ کر میں نے منع کر دیا۔ چھوٹے چھوٹے گھروں میں ارد گرد بہت پولیوشن ہوتا ہے اس سے تمھاری خراب اسکن اور بھی خراب ہو سکتی ہے۔" وہ کسی نا کسی طرح بس زینب کو کائل کرنا چاہتی تھی۔ زینب فقط سر ہلاتی رہ گئی۔

"اچھا چھوڑو نا یہ سب باتیں اور ناشتہ کرو اور میں نے تمھیں کتنی بار کہا ہے بیٹا کی منہ پر کچھ لگا لیا کرو کوئی فاؤنڈیشن یا کوئی فیس کریم، ایسے روکھے پھیکے منہ سے اسپتال مت جایا کرو، میک اپ لازمی کیا کرو! بیٹا تم ایک ڈاکٹر ہو اور آج کل تو لڑکیاں کچھ نا ہو کر بھی بن ٹھن کر رہتی ہیں اور ایک تم ہو کہ۔۔۔" ان کا انداز بالکل سرسری سا تھا لیکن دوسری طرف زینب کے لبوں کو جاتا ہاتھ تھم گیا تھا۔

سلماء بیگم کے لفظ ایک بار پھر اسے زخمی کر گئے تھے۔

لیکن خیر یہ سب سنتے سنتے تو اس کا بچپن گزرا تھا اب تو اسے ان سب کی عادت تھی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"جی ماں آئندہ خیال رکھوں جی ابھی نکلتی ہوں اسپتال کے لیے اللہ حافظ۔" ناشتے سے اس کا دل اُچاٹ ہو چکا تھا۔ اس لیے اپنے ماں کو خدا حافظ کرتی باہر کی طرف بڑھ گئی۔

اس کی چال میں سستی در آئی تھی۔

لاؤنج سے گزر کر ابھی وہ باہر کی راہ لیتی کہ لاؤنج میں لگے بڑے سے آئینے نے اس کی توجہ اپنی جانب کھینچی۔

قدم خود بخود اس آئینے کی جانب چل پڑے تھے۔

اب وہ باخوبی اپنا عکس سامنے لگے آئینے میں دیکھ سکتی تھی۔

اس کی نظریں اپنی سانولی رنگت پر ٹھہر سی گئی تھیں۔

"کتنی بار کہا ہے بیٹا کی منہ پر کچھ لگا لیا کرو کوئی فاؤنڈیشن یا کوئی فیس کریم کتنی، ایسے روکھے پھیکے منہ سے اسپتال مت جایا کرو، میک اپ لازمی کیا کرو!" یکدم ہی آس پاس کی فضا میں اسے کچھ دیر پہلے کہے اپنی ماں سے جملے سنائی دینے لگے ۔

"چھوٹے چھوٹے گھروں میں ارد گرد بہت پولیوشن ہوتا ہے اس سے تمھاری خراب اسکن اور بھی خراب ہو سکتی ہے ۔" ایک بار پھر اسکی سماعتوں سے سلماء بیگم کی آواز ٹکرائی تھی۔

زینب نے کسی احساس کے تحت اپنا بائیں ہاتھ ہوا میں اٹھایا۔ پھر اسے اپنے گال پر پھیرنے لگی۔

"کیا میرا چہرہ اس قدر برا ہے کہ مجھے اس پر کچھ لگا کر اپنے اصل کو چھپانے کی ضرورت ہے؟" کھوئی کھوئی سی وہ سامنے آئینے میں ابھرتے اپنے عکس سے سوال کر رہی تھی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ہاں بالکل!" اس کے دماغ نے فوراً کہا۔

"لیکن بابا تو کہتے ہے کہ میں جیسی ہوں ویسی ہی اچھی ہوں۔ کیونکہ کبھی کبھی ہم اچھے سے اچھے کی چاہ میں اپنا اصل بھول جاتے ہیں" اس کے اندر کہی بہت اندر سے یہ آواز ابھری تھی یہ وہ آواز تھی جیسے دماغ اور سلماء بیگم دبانا چاہتے تھے۔

وہ سچ کی آواز تھی! حق کی۔

"نہیں میں واقعی خوبصورت نہیں ہوں شاید ماں ٹھیک کہتی ہیں!" وہ ایک بار پھر وہی آ کھڑی ہوئی تھی جہاں سے شروع ہوئی تھی۔ یہ آج کی بات نہیں تھی یہ سب روز کا تھا اور وہ روز یوہی اسی اذیت سے دوچار ہوتی تھی۔

وقت کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے وہ اپنے خیالات کو جھٹکتی اسپتال کے لیے نکلی۔

وہ جیسے ہی میٹنگ ہال پہنچی اندر کا منظر اس کی سوچ سے کچھ مختلف تھا۔ اس کے مطابق بس یہاں بازل اور علی موجود تھے جب کہ اس وقت میٹنگ ہال میں بہت سے ڈاکٹرز بیٹھے تھے۔ جو شاید اسی کے منتظر تھے۔

"آئین ڈاکٹر مئیصہ آپ کا ہی انتظار تھا۔ آپ بیٹھیں تو بات شروع کرتے ہیں۔" ڈاکٹر علی ایک طرف کھڑے تھے جب کے سارے ڈاکٹرز ہال میں موجود بڑی سی ٹیبل جو کے ہال کے وسط میں لگی تھی اس کے ارد گرد کرسیوں پر براجمان تھے۔

مئیصہ بھی چلتی ہوئی ایک کرسی پر جا کر بیٹھ چکی تھی۔

ڈاکٹر علی ایک گہری سانس لیتے ہوئے ان کے بالکل سامنے آ کھڑے ہوئے۔

"تو جو میں بات کرنے جا رہا ہوں آپ نے اسے بالکل تحمل سے سننا ہے گھبرانا نہیں ہے اور نا تو ٹینشن لینی ہے!" ان کی بات پر سب نے انھیں ناسمجھی سے دیکھا۔ کمرے میں اس قدر ٹینشن کا ماحول پھیل چکا تھا کہ مئیصہ نے غائب دماغی سے ٹیبل پر رکھا پین اٹھایا اور پھر اسے اپنے ہاتھوں میں گھمانے لگی۔

"ڈاکٹر صبور! انھیں تو ہم سب ہی جانتے ہیں، جو کل تک ہم سب میں موجود تھی لیکن آج وہ ہم میں نہیں رہی ہیں! وہ مر چکی ہے کسی نے ان کا قتل کر دیا ہے ان کے خود کے گھر میں گھس کر!" لفظ تھے کہ کیا بوکھلاہٹ کے مارے مئیصہ کے ہاتھ سے پین گر چکا تھا۔ وہ شدید بے یقینی کا شکار تھی۔ ایک لمحے کے لیے میٹنگ ہال میں سناٹا سا چھا گیا تھا۔

"سر۔۔ سر آپ یہ کیا کہ۔۔ کہہ رہے ہے میرا مطلب ڈاکٹر صبور!!" شاک کے مارے لفظ ٹوٹ ٹوٹ کر لبوں سے ادا ہو رہے تھے۔ بات ہی کچھ ایسی تھی کہ سب کو ہی بہت بڑا دھچکا لگا تھا نا جانے اس نے یہ لفظ کیسے ادا کیے تھے۔

"میں جانتا ہوں ڈاکٹر مئیصہ صبور آپ کی بہت اچھی دوست تھیں میں آپ کا دکھ سمجھ سکتا ہوں لیکن فلحال میں کچھ نہیں کر سکتا اور میں چاہتا ہوں اس نازک صورتحال میں آپ لوگ خود کو بھی مضبوط کر لیں اور صبور کے گھر جائیں رپورٹرز اور تفتیشی ٹیم بھی وہاں پہنچنے والی ہو گی۔ آپ لوگ جائیں اور دیکھیں اصل میں ہوا کیا ہے مجھے زیادہ کچھ نہیں پتا اور جو پتا ہے وہ صبور کی میڈ نے بتایا ہے جو میں آپ لوگوں کو بتا چکا ہوں" ڈاکٹر علی اپنی طرف سے بات مکمل کر چکے تھے ان سب ڈاکٹرز کو ایک نظر دیکھتے ہوئے وہ میٹنگ ہال سے باہر جا چکے تھے۔

ہال میں بیٹھے ڈاکٹرز بھی اب آہستہ آہستہ باہر جا رہے تھے۔

وہ اس وقت شدید حیرت کا شکار تھی اسے ابھی تک اپنی سماعتوں پر یقین نہیں آیا تھا۔ بھلا ایسے کیسے ہو سکتا تھا کل ہی تو صبور ان کے ساتھ موجود تھی تو پھر آج!!!

وہ بوجھل دل سے کھڑی ہوئی پھر سست قدموں سے باہر کی طرف بڑھنے لگی۔ اسے ہوش نہیں تھا کہ وہ کہاں جا رہی ہے۔

اس کی سماعتوں سے تو اب بس صبور کے قہقہے گونج رہے تھے۔ صبور کبھی اس کی بہت اچھی دوست نہیں رہی تھی لیکن اچھی ضرور رہی تھی۔

غائب دماغی سے چلتے ہوئے اس کی کسی سے شدید قسم کی ٹکر ہوئی۔ اگر سامنے والی بروقت نا پکڑتی تو ضرور وہ گر جاتی۔

"مئیصہ آرام سے کہاں گم ہو خیریت ہے؟" سامنے ماہیر اور اس کے ساتھ زینب کو دیکھ کر اس کا صبر کا پیمانہ لبریز ہوا تھا اگلے ہی پل وہ ماہیر کے گلے لگی ۔ وہ رونا نہیں چاہتی تھی لیکن آنسوں اپنی جگہ بنا کر باہر نکل پڑے تھے۔

"کیا ہوا ہے مئیصہ سب ٹھیک تو ہے نا اتنی پریشان کیوں ہو؟" ماہیر اور زینب نے ایک دوسرے کو ناسمجھی سے دیکھا تھا ۔ماہیر کے پوچھنے پر بھی جب مئیصہ نے کوئی جواب نا دیا تو ماہیر نے پھر سے سوال نا کیا۔

کچھ دیر ماہیر کے گلے لگ کر وہ اس سے دور ہوئی ۔

"کیا ہوا ہے بتاؤ تو ہمیں ٹینشن ہو رہی ہے!" ماہیر نے ایک بار پھر اسے بازوؤں سے پکڑ کر نرمی سے پوچھا۔

"صبور کا کسی نے قتل کر دیا ہے۔۔۔۔" ابھی اس کی بات مکمل بھی نا ہوئی تھی کہ دونوں نے ایک ساتھ 'واٹ' کہا۔ دونوں کو حیرت کا شدید جھٹکا لگا تھا

"ہمم!! اور ابھی میں وہی جا رہی ہو ڈاکٹر علی نے ہم سینئرز کو اسکے گھر جانے کا کہا ہے۔" اب وہ خود کو کافی حد تک نارمل کر چکی تھی۔ جہاں وہ لوگ اس وقت کھڑی تھیں وہاں لوگوں کا رش نہ ہونے کے برابر تھا۔

"لیکن تم اکیلی کیسے جاؤ گی ایک کام کرتی ہوں میں تمھارے ساتھ چلتی ہوں اور زینب اگر کوئی میرا پوچھے تو تم سنبھال لینا پلیز۔" ماہیر جانتی تھی کہ صبور مئیصہ کی دوست تھی اس لیے اس کا یوں اکیلا جانا اسے مناسب نا لگا۔ ماہیر کی تاکید پر زینب نے اثبات میں سر ہلایا تو وہ دونوں اسپتال سے باہر کی طرف بڑھ گئی۔

اسپتال سے گاڑی اور پھر گاڑی سے گھر تک کے سفر میں اس کے دماغ میں صرف صبور کی باتیں اس کے قہقہے گردش کر رہے تھے اور ایک بہت ہی عجیب بات تھی۔ وہ تھی کل رات صبور کا پریشان چہرہ۔ اس کا رویہ

کیا کل کچھ ایسا ہوا تھا جو آج اسکا کسی نے قتل کر دیا؟

کیا اسے پتا چل چکا تھا کہ اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے؟

وہ کل کیوں اتنی پریشان تھی؟

نا جانے اس جیسے ڈھیروں سوال اب اس کے دماغ میں گھوم رہے تھے۔ صبور جتنی اچھی تھی کسی سے دشمنی کا تو وہ تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہ گاڑی سے نکل کر گھر کی طرف بڑھنے لگیں لیکن دروازے پر پولیس کی وردی میں کھڑے افسرز اور آس پاس رپورٹرز کی بھیڑ دیکھ کر ٹھہر گئی ۔ رپوٹرز مسلسل پولیس افسران سے سوالات کر رہے تھے اور پولیس افسران انھیں دور دھکیلنے کی کوشش میں لگے تھے۔

کچھ وقت تک تو وہ دونوں وہاں کھڑی رہی پھر پر اعتمادی سے رپورٹرز اور لوگوں کے رش کو چیرتی ہوئی دروازے کے بیچ و بیچ کھڑے ایک پولیس افسر کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔ ماہیر انھیں کچھ دیر تک اپنے متعلق بتانے لگی جب سامنے کھڑے افسر کو یقین ہو چکا کہ وہ اسی اسپتال کی ہیں جس میں قتل ہونے والی لڑکی تھی تو فوراً سے انھیں اندر جانے کی جگہ دی۔

اس سب میں مئیصہ خاموشی سے آس پاس دیکھ رہی تھی۔

پھر دونوں اندر ایک ساتھ داخل ہوئی۔ اندر بھی کچھ باہر جیسا حال تھا۔

جگہ جگہ پولیس افسران کھڑے تھے۔ اور چند رپورٹز ایک جگہ گھیرا تنگ کیے کھڑے تھے۔

ماہیر اور مئیصہ بھی ان کی طرف بڑھی۔ جب رپورٹ کو دور کر کے وہ آگے بڑھی تو سامنے کچن کا منظر صاف دکھائی دے رہا تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

کچن کے داخلی جگہ پر بڑی سی سِیل لگی تھی۔ تفتیشی ٹیم کچن کا بھرپور جائزہ لینے میں لگی تھی۔ مئیصہ نے اپنی غیر ہوتی حالت کو سنبھالا پھر جھک کر اس سِیل سے گزرتے ہوئے اندر گھس آئی۔

کچن کا ماحول کافی گھٹن زدہ تھا۔ فضا میں ایک عجیب قسم کی بدبو پھیلی تھی۔ اور آس پاس خون کے دھبوں کے نشانات تھے جو اب سوکھ چکے تھے۔

ابھی وہ آگے بڑھتی کہ سلپ کے اس پار سے دو آدمی اسٹیچر لاتے دیکھائی دیے۔

وہ اسٹیچر خالی نہ تھی۔ اس پر ایک مردہ وجود موجود تھا لیکن اس وقت وہ مردہ وجود سفید چادر سے ڈھانپا ہوا تھا ۔ جس کی وجہ سے اسٹیچر پر لیٹے شخص کا چہرہ دیکھنا نا مکمل تھا۔

مئیصہ نے اگلے ہی لمحے اس جگہ کو دیکھا تھا جہاں سے وہ اسٹیچر آئی تھی۔ چند بے جان قدم بڑھا کر وہ سلپ کے اس پار آچکی تھی۔

وہاں ارد گرد بہت سا خون پھیلا ہوا تھا جو کہ اب سوکھ چکا تھا تفتیشی ٹیم کے چند لوگ اس خون کو کھرچ کر ایک چھوٹے سے پلاسٹک بیگ میں ڈال رہے تھے۔

کچھ تفتیشی میمبر جگہ جگہ سے انگلیوں کے نشان اٹھا رہے تھے۔ اور کچھ جگہ جگہ کوئی اسپرے چھڑک کر کچھ چھان بین کر رہے تھے۔

ان سب سے گزرتی ہوئی مئیصہ کی نظر ایک جگہ جم گئی۔

اور وہ تھی وہ جگہ جہاں صبور کی ڈیڈ باڈی ملی تھی اب اس جگہ ٹھیک اسی اینگل سے جیسے صبور کی لاش ملی تھی وہاں سیاہ رنگ کے نشان تھے۔

مئیصہ کو یکدم ہی اس ماحول میں گھٹن سی محسوس ہونے لگی تھی وہ اس ماحول سے بھاگنا چاہتی تھی لیکن۔۔۔۔۔

لیکن وہ نہیں جا سکی پیر جیسے زمین پر جم چکے تھے۔

وہ ایک قدم بھی ہلانے سے مفلوج تھی۔

ماہیر ہمت کرتی ہوئی اسٹیچر پر رکھی لاش کی طرف بڑھی۔

لیکن شاید مئیصہ میں تو اتنی بھی ہمت نا تھی۔

ماہیر نے جیسے ہی لاش کے چہرے سے کپڑا ہٹایا اچھل کر پیچھے ہوئی ۔ صبور کا چہرہ اس قدر بگڑ چکا تھا کہ کوئی دیکھتا تو پہلی نظر میں کبھی نا پہچان پاتا۔

مئیصہ نے بے یقینی سے اپنے ہاتھ لبوں پر رکھے۔

کس قدر دردناک تھا وہ منظر!

اور شاید اس سے زیادہ دردناک تھا ہنستی مسکراتی صبور کو مردہ حال میں دیکھنا۔

جیسے ہی چہرے سے ہوتی ہوئی مئیصہ کی نظر صبور کے ہاتھ پر پڑی تو ٹھہر گئی۔

اس کے بازو میں کچھ نشان سا تھا۔

لیکن کیا؟

وہ بے خیالی میں اسٹیچر کے نزدیک چلی آئی۔

وہ اب بھی مکمل طور پر بازو پر موجود نشان کو سمجھ نہیں پائی تھی۔ نشان کے آس پاس سوکھے ہوئے خون کے نشانات تھے مطلب وہ نشان قاتل نے بنایا تھا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

کیا قاتل کچھ کہنا چاہتا تھا؟

یا پھر یہ اس کا کوئی سائن تھا؟

بس اسی کش مکش میں وہ نشان دیکھنے کو تھوڑی اور جھکی۔

ابھی وہ اپنے ہاتھ سے صبور کے ٹھنڈے بے جان ہاتھ کو پکڑتے کے اچانک پیچھے سے تفتیشی ٹیم میں سے ایک انسان نے اس کا ہاتھ دور دھکیلا۔

"میم آپ ڈیڈ باڈی کو ہاتھ نہیں لگا سکتی ایسے آپ کے انگلیوں کے نشان ڈیڈ باڈی پر چھوٹ سکتے ہیں اور ہمیں تفتیش کرنے میں مصلہ پیش آسکتا ہے تو برائے مہربانی آپ لوگ باہر چلی جائیں ہمیں اپنا کام کرنے دیں۔" ماہیر ان کی بات پر سر ہلاتی ہوئی مئیصہ کا ہاتھ پکڑ کر باہر لے آئی۔ مئیصہ کو اچانک ہی ہوا میں آکسیجن کی کمی محسوس ہونے لگی۔

وہ ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر گھر سے باہر نکل آئی۔ اس کے پیچھے پیچھے ماہیر بھی نکل آئی۔

دونوں خاموش تھیں دونوں کے پاس کہنے کو کچھ نہیں تھا۔

پھر دونوں گاڑی میں بیٹھ کر اسپتال کی طرف روانہ ہوئی۔

پیچھے صبور کی لاش اسی طرح بے جان اور بے بس پڑی رہی!!

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

باقی آئندہ

safareadab.com

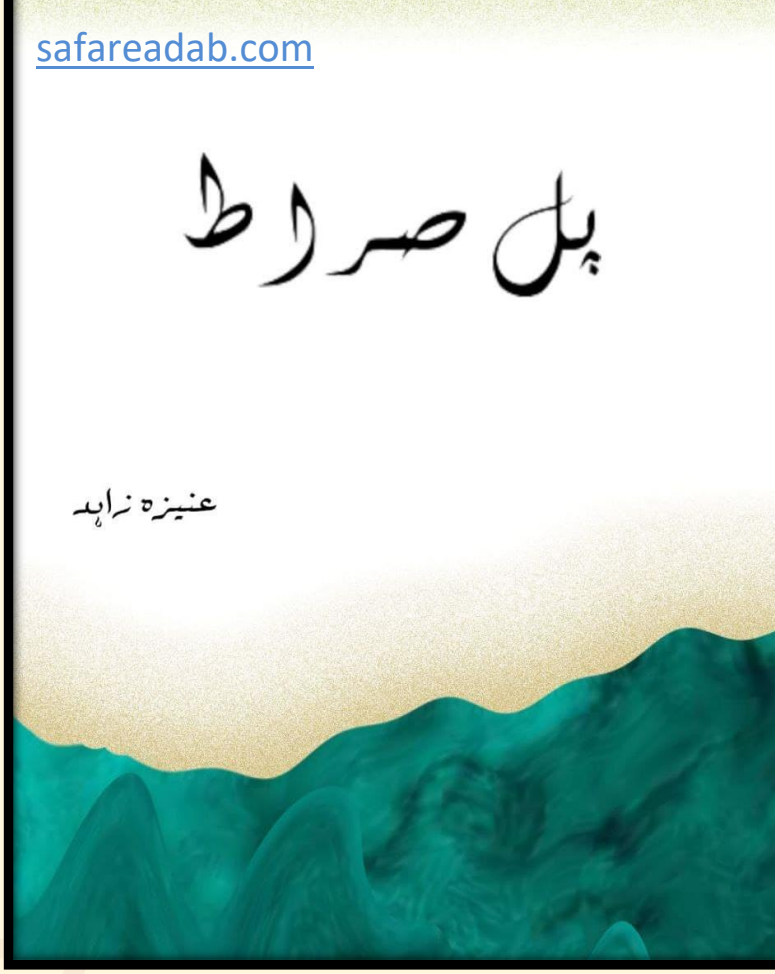

"تم مجھے ایک برا انسان سمجھتی ہونا۔ مجھے پہچاننے میں تم سے ذرا سی غلطی ہو گئی۔ میں صرف برا نہیں، ایک بدترین انسان ہوں۔" وہ گلاس میں شراب انڈیلتے ہوئے ایک ٹرانس میں کہہ رہا تھا۔ شراب گلاس سے باہر گرنے لگی تھی پر اسے تو جیسے ہوش ہی نہیں تھا۔ پھر اس نے وہ گلاس اٹھایا اور اسکی طرف دیکھا۔

وہ خوف سے اپنی جگہ پر سمٹی۔ "کیا کہہ رہی تھی تم؟ اس وقت تمہارا کوئی موڈ نہیں ہے مجھ جیسے شرابی کے منہ لگنے کا؟" وہ خود سے سوال کرتا، خود سے جواب دیتا اس کے قریب بیٹھا۔ "اور یہ کہ میں نشئی ہوں؟ آج تمہیں بھی شراب کی لذت چکھاؤں گا۔" اس نے گلاس منال کے منہ کے قریب کیا۔

☆☆☆

'کبھی تو تو بھی محبت کرے گا۔'

فاران احمد نے محبت کی تھی!

'تو بھی کسی کو ٹوٹ کر چاہے گا۔۔'

اس نے بھی کسی کو ٹوٹ کر چاہا تھا۔

اور پھر۔۔ پھر وہ تجھے چھوڑ جائے گی۔'

اور پھر وہ اسے توڑ گئی۔

'پھر میں تیرے پاس آؤں گا۔ اور کہوں گا کہ دل پہ مت لے۔ وہ چلی گئی تو کیا ہوا، کوئی اور آجائے گی۔'

اسکے جانے کے بعد کوئی نہیں آیا۔ اس نے آنے ہی نہ دیا۔

safareadab.com

"یہاں دستخط کرو غازہ ! "کاغذ غازہ کے سامنے کرتے ہوئے انہوں نے کہا تو غازہ نے ایک نظر اپنے سامنے بیٹھے اس اجنبی شخص کو دیکھا جس سے ابھی وہ چند گھنٹوں پہلے ملی تھی۔ ان چند گھنٹوں کی ملاقات نے اس شخص کو اس کا مختار بنا ڈالا تھا۔ زندگی میں پہلی بار قلم پکڑتے ہوئے غازہ کے ہاتھ بُری طرح کانپے تھے۔ وہ تو با آسانی قلم تھام کر شفاف کاغذ پر آڑھی ترچھی لکیریں کھینچ کر بہت سارے خاکے بنا لیا کرتی تھی، کچھ دھندلے ہوتے تو کچھ میں پہلی ہی جست میں جان موجود ہوتی۔

"تم رشتے کھونے سے ڈرتی ہو غازہ ! "سبیکہ کا چند روز قبل کہا گیا جملہ کان کے پردے پر ابھرا تھا۔

"سچ کہا تھا تم نے میں رشتے کھونے سے ڈرتی ہوں سبیکہ ! اور یہ نیا ادھورا رشتہ بھی شاید میں کھونے کے لیے ہی بنا رہی ہوں۔" دل میں اس کے کہے کا جواب دے کر اس نے کاغذ پر قلم گھسیٹا تھا۔ عجیب بات تھی وہ ایک کاروباری شادی کے لیے دلہن بنی ہوئی تھی۔

☆☆☆

"میری زندگی برباد کر کے تم یہاں سکون سے سو رہی ہو۔ شام سے مینو مجھے فون کر رہی ہے اور میں اس کا فون نہیں اٹھا رہا جانتی ہو کیوں؟ کیونکہ میں اس سے بے وفائی کرنے پر بے حد شرمندہ ہوں۔ اپنی زندگی میں پہلی بار میں نے کسی کو چاہا ہے اور تم زبردستی ایک بزنس ڈیل کی طرح میرے سر پر آگئی ہو۔" وہ بالوں میں ہاتھ چلاتا ہوا اپنے اندر کا سارا انتشار اس پر انڈیل رہا تھا۔ غازہ خاموشی سے بس اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔ اسے واقعی ہی اس شخص پر ترس آیا تھا جس کی محبت آباد ہونے سے پہلے ہی اس کے باپ نے اجاڑ دی تھی۔ وہ بستر سے اتر کر اس کے نزدیک آئی تھی۔

"میں بہت تلخ ہو چکی ہوں کلیج ! جانتے ہو کیوں؟" اس نے اس کے چہرے کی جانب دیکھتے ہوئے انتہائی آہستگی سے کہا تھا۔

"کیونکہ اس دنیا اور معاشرے کی سفاکی آپ کو تلخ بنا دیتی ہے۔ اول تو مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ تم کسی سے کمیٹڈ ہو اور بالفرض اگر مجھے معلوم بھی ہوتا تو تب بھی میں وہاں کچھ نہیں کر پاتی۔ میں یہ کاغذی تعلق تب بھی نہیں روک سکتی تھی۔ تمہاری مجرم میں نہیں ہوں کلیج ارسلان ! بلکہ اپنے مجرم تم خود ہو۔ مینو کے مجرم تم ہو جو محض اپنے باپ کی لالچ کے ہاتھوں اپنی محبت پر ایک کاغذی سوتن لے آیا۔" وہ سینے پر بازو لپیٹے انتہائی تلخی سے کہہ رہی تھی جبکہ کلیج بس حیرت سے اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔

"جانتے ہو میرے لیے اب محبت کیا ہے۔"وہ آنسوؤں کو بمشکل روکے ہوئے تھی۔"م جس سے (ال) مالک شروع ہوتا ہے، ح جس سے (ال) حلیم شروع ہوتا ہے، ب جس سے (ال) باری اور ت سے تمنا (وہ جو اللہ سے کی جاتی ہے) شروع ہوتی ہے۔۔ بس یہی ہے میرے نزدیک محبت!" وہ ضبط کی انتہا پہ تھی۔ "ایک وقت تھا تم میری تمنا تھے مگر اب صرف ایک ہی تمنا ہے میری۔۔۔۔ اللہ۔۔۔۔ بس اللہ۔۔۔!" وہ رکی اور گہرا سانس لے کر بولی۔ "ایک بار بھابھی نے کہا تھا کہ ایک بار جو چڑھ جائے رنگِ حبِّ الٰہی تو اترتا نہیں۔۔۔۔! ہاں وہی رنگ چڑھ گیا ہے مجھے۔" وہ زید کی خاموشی سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔۔ اب ایک آخری جملہ رہ گیا تھا کہنے کو۔ وہ ہمت پیدا کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ کہنے لگی تھی کہ زید بولا۔ "تمنا تمہیں نہیں بھی ہے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں تمہارا ہوں، تمہارا تھا، اور تمہارا ہی رہوں گا۔ شوہر کی تمنا بھی ہوتی ہے بھلا کسی کو۔" وہ مسکرانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"شوہر کے غیر محرم ہونے میں بس ایک دستخط کی دیر ہوتی ہے۔" وہ سنگدل ہو چکی تھی۔ دوسری جانب زید کو دھچکا لگا تھا۔

☆☆☆

"مجھے سننے میں آیا ہے کہ تم کسی کو پسند کرتی ہو۔" اسے جھٹکا لگا کیا وہ جان گئے تھے۔ وہ ذرا بوکھلا گئی مگر جھوٹ وہ نہیں بولنا چاہتی تھی۔

"جی، مگر آپ سے کس نے کہا؟" اس نے لکھ ہی دیا۔

"وہ اہم نہیں ہے۔ تم یہ بتاؤ کہ اس کا نام کیا ہے؟" وہ کچھ مزید بوکھلائی۔ اب کیا کرے؟

"میں نہیں بتا رہی۔ ابھی کچھ کنفرم نہیں ہے۔ میں ایسے تو نام نہیں بتا سکتی نا؟" اسے یہی جواب ٹھیک لگا تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ وہ یہ تاثر دے گی کہ وہ جو کوئی بھی ہے اس نے سوچنے کا وقت مانگا ہے۔ اب جھوٹ ہے تو جھوٹ سہی۔ شرم سے تو بچ جائے گی نا۔

"ویسے تم نہ بھی بتاؤ تو میں جانتا ہوں وہ کون ہے۔" وہ گھبراہٹ میں پگھل رہی تھی جلتی موم کی طرح۔

اچھا اتنے پُر یقین ہیں تو بتائیں نام؟" اس نے ڈرتے ڈرتے ٹائپ کیا۔

"میں جانتا ہوں تم مجھے ہی پسند کرتی ہو، آئمہ۔" وہ دم بخود رہ گئی۔ آخر وہ کیسے جان سکتے تھے؟ اور اگر وہ جانتے تھے تو کب سے جانتے تھے؟ وہ حیران بھی تھی اور پریشان بھی۔

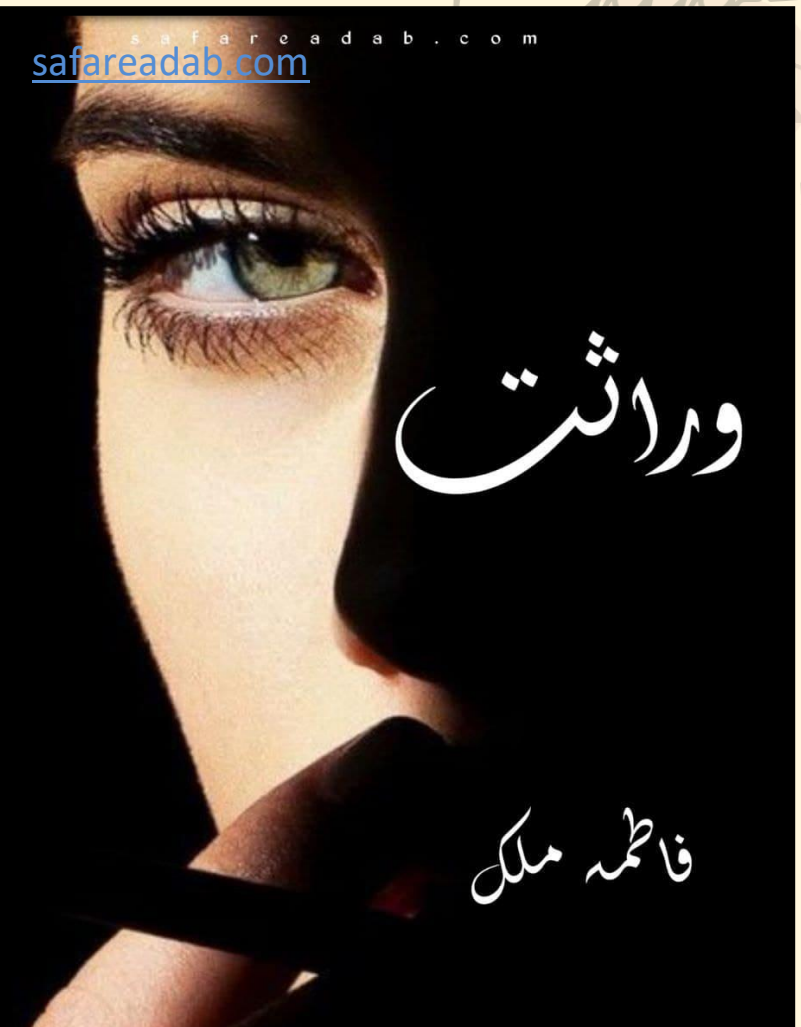

"اگر تمہاری مجھ سے شادی نہ ہوئی ہوتی اور تمہیں موقع ملتا تو کیا تم حسن خان کو اپنا لیتی؟"

رقیہ الجھ سی گئی۔ "میں سمجھی نہیں آپ کی بات کا مطلب۔"

وارث جان نے بہت سوچنے کے بعد سوال کا انداز بدل دیا۔ "تمہیں مجھ میں یا حسن خان میں سے کسی ایک کو چننا ہو تو کسے چنو گی؟"

رقیہ وارث کے اس سوال پر ناراض ہو گئی۔ "کیا ہو گیا ہے آپ کو۔۔ یہ کیسا عجیب سا سوال ہے۔۔ آپ شوہر ہیں میرے اور وہ کوئی نہیں میرا۔ بس ساتھ پڑھتا ہے اور اچھا کلاس فیلو ہے۔ اس کا آپ سے کیا مقابلہ بھلا!!!"

وارث جان ابھی بھی الجھا ہوا تھا۔ "رقیہ میں صرف اور صرف تمہیں خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔ اگر تم حسن خان کے ساتھ کو پا کر خوش رہ سکتی ہو تو۔۔۔" اس کے باقی ماندہ الفاظ اندر کہیں دب کر رہ گئے تھے۔ رقیہ جو وارث جان سے کبھی اونچی آواز میں بولنے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ اس نے وارث جان کے گال پر زوردار تھپڑ مار دیا۔۔ اسے خود بھی اندازہ نہیں تھا کہ کیسے اس کا ہاتھ وارث پر اٹھ گیا۔۔

☆☆☆

"امبر تم نے کہیں رقیہ کو دیکھا ہے۔ مجھے گیٹ سے پتا چلا کہ رقیہ آ چکی ہے۔" رقیہ کی حسن کی طرف پیک تھی۔ رقیہ مسکراتے ہوئے پلٹی اور حسن خان وہیں دل تھام کر کھڑا ہو گیا۔ "اف۔۔ کوئی اتنا خوبصورت کیسے ہو سکتا ہے۔" اس سے پہلے کہ حسن خان مزید کچھ اور کہتا رقیہ اس کی طرف بڑھی۔ حسن خان کی آنکھوں کی چمک بتا رہی تھی کہ آج وہ رقیہ کو پا لینے کے جنون سے آیا ہے۔ حسن خان کے ساتھ اس کی والدہ بھی تھیں۔ انہوں نے رقیہ کے لیے تعریفی جملے کچھ اس طرح کہے۔ "بہت خوبصورت ہو تم اور آج تو بہت زیادہ حسین لگ رہی ہو۔ جانتی ہو آج حسن مجھے کیوں لایا ہے اپنے ساتھ؟؟" ابھی وہ مزید کچھ کہتیں کہ رقیہ نے مسکرا کر حسن کو مخاطب کیا۔

"حسن ان سے ملو میرے ہسبنڈ۔ سردار وارث جان۔" حسن کی آنکھیں پھٹ سی گئیں وہ بے اختیار بولا "کیا؟؟ کیا کہا ہے تم نے۔۔۔؟؟ کون ہے یہ؟؟۔۔۔ مطلب تمہارے ساتھ کیا رشتہ ہے ان کا؟؟؟"

"تمہاری پسندیدہ سورۃ کونسی ہے۔؟"

"سورۃ رحمٰن "انکی امید کے برعکس جواب فوراً آیا تھا۔۔۔

"تم سورۃ رحمن تک تو ابھی پہنچے ہی نہیں تو پڑھے بغیر پسندیدہ کیسے کہہ

سکتے ہو اسکو۔۔۔؟"

"بابا مدرسے میں تو نہیں پڑھی ہم نے لیکن میں نے ٹی وی پر اسکی قرائت سنی تھی اور بابا آپ جانتے ہیں مجھے اس میں سب سے زیادہ کیا پسند ہے۔۔۔؟ " انہوں نے

سوالیہ نظروں سے نوروز کو دیکھا۔۔۔

"بابا یہ سورۃ اینٹی ڈپریسنٹ ہے اور اس میں اللہ پاک اپنی بے شمار نعمتوں کے

بارے میں بتا رہے ہیں۔"

"تو کیا بے شمار نعمتوں کو پڑھ کر تم نے اسے اینٹی ڈپریسنٹ مان لیا؟

"نہیں بابا میں نے اسے پیسفل محسوس کیا ہے۔ "وہ جیسے باپ کو اپنے دل کی بات

بتانا چاہتا تھا لیکن لفظوں کے استعمال میں ابھی کچا تھا تبھی جو وہ سوچتا تھا

وہ بتا نہیں سکا۔۔۔۔

خیال جھماکے سے ٹوٹا تھا؛ اب آنکھوں کے سامنے وہی بھوری ٹائلز تھیں؛ وہ ماضی

سے حال میں واپس آچکا تھا اور اب وہ جانتا تھا کے اسے سورۃ رحمٰن کیوں پسند

تھی وہ بابا کو بتانا چاہتا تھا کہ اسے اپنے اللہ کی رحمانیت پسند ہے؛ اسے اللہ کی

تمام مخلوق پسند ہے، اسے اللہ کی بنائی اشرف المخلوقات پسند ہے اسے ہر انسان

پسند ہے لیکن اللہ کے بندے اللہ کی صفت رحمٰن کو کیوں بھول جاتے ہیں۔۔۔؟

کیا جس مخلوق کا خالق رحمٰن ہو اس پر جاہلیت زیب دیتی ہے۔۔؟

وہ اللہ جو اس قدر رحمٰن ہے کہ اس نے اپنی مخلوق کو ایجوکیٹ کرنے کے لئے اسے

سب سے بڑی نعمت" قرآن "تک عطا کر دی اس کے باوجود اس مخلوق نے اس نسخہ

کو کھولا ہی نہیں، پڑھ کر دیکھا ہی نہیں کہ اس میں کیا تھا، اس نعمت کی قدر ہی

نہیں کی۔۔۔ کتنے افسوس کی بات ہے۔۔۔ کیا کبھی ایسا ہوا ہے کہ کسی کا کوکنگ

ٹیسٹ ہو؛ اسے تمام اجزاء ترکیبی سے لے کر فرسٹ آنے کے لئے کیا بنانا ہے کیسے

بنانا ہے سب بتا دیا گیا ہو اور اس کے ساتھ ساتھ چند بیسٹ شیفس بھی اس کے

ہمراہ ہوں اور وہ شخص سب جانتے بوجھتے ہوئے بھی ان اجزاء سے غلط ریسیپی

بنالے وہ بنالے جو اسے کھانے میں پسند ہے نہ کہ وہ جو کمپیٹیشن کی ڈیمانڈ ہے

جبکہ اس کی رہنمائی کرنے والے شیفس بھی اسے بار بار بتا رہے ہوں کے وہ غلط

ریسیپی بنا رہا ہے۔۔۔؟ نہیں نہ۔۔۔؟ اور اگر کوئی واقعتا ایسا کرے تو یہ یقین ہر گز

نہیں کیا جا سکتا کہ اس کا دماغ درست ہے۔۔۔ لیکن ہم لوگ تو یہی کرتے ہیں نہ۔۔۔؟

اللہ کی ڈیمانڈز پتا ہیں؛ جانتے ہیں کہ کیا صحیح ہے اور کیا غلط؛ کیا کرنے سے ہم

ٹیسٹ پاس کر لیں گے اور کیا کر کے فیل لیکن اس کے باوجود وہی کرتے ہیں جو ہمیں اچھا لگتا ہو جو ہمیں پسند ہو۔۔۔

تو پھر ہمیں اپنے آپ کو کیا کہنا چاہیے۔۔۔؟

بیوقوف یا پھر جاہل۔۔۔؟؟؟

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

مکمل ناول فری میں پڑھنے کے لیے یہاں کلک کریں۔

safareadab.com

سفر ادب کی جانب سے ناولوں کی پی ڈی ایف کاپی کو ہر غلطی سے ماورا بنانے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ کسی بھی طرح کی غلطی پائی جانے پر اسے محض اتفاق سمجھا جائے۔ ہماری ٹیم کے تیار شدہ پی ڈی ایف کے تمام جملہ حقوق سفر ادب کے نام محفوظ کر لیے گئے ہیں۔ کسی ادارے یا شخص کی جانب سے ہمارے کام کو اپنے آفیشل استعمال میں لانے کی کوشش کو غیر قانونی سمجھ کر سفر ادب کی جانب سے کاروائی کی جا سکتی ہے۔

- ٹیم سفر ادب